Godism

Godism book is written by myself for a research purpose. It discusses about the existence or not existence of god and formation of religions.



Amir Saqlain

Date of birth:

31 December ,1999

عامر ثقلین

Godism

مذہب کو لوگوں نے خود بنایا ہے یا کہ یہ الہامی ہے ؟
مذہب کو بنایا ہی کیوں گیا؟
کیا مذہب کے بغیر انسان اس دنیا میں زندگی نہیں گزار سکتا ؟
مذہب بنانے سے کن کو فائدہ ہوتا ہے ؟
کیا سچ میں خدا ہے ؟
اگر خدا ہے تو اس کا مذہب کیا ہے؟
خدا کا وجود ہونا محال کیوں ہے ؟
وہ سائنس جو ذرے ذرے کی تفصیل فراہم کر دیتی ہے وہ آج تک خدا کی کوئی تصویر یا عکس یا کوئی مٹیریل پیش کیوں نہیں کر سکی؟
کوئی پیغمبر بھی خدا کی شکل و صورت یا حلیہ کیوں نہیں بتا سکا؟

عامر ثقلین

Godism

مذہب نے لوگوں کو نقصان دیا یا فائدہ؟
مذہبی دعویدار خدا کے وجود کو کسی کلکولیشن یا تجربے سے ثابت کیوں نہیں کرتے ؟
اگر خدا نور ہے اور فرشتے بھی نور ہیں تو پھر فرشتے اس کی اولاد کیوں نہیں ہیں ؟
فرشتے کیسے پیدا ہوئے ؟
کیا فرشتوں میں جذبات ہوتے ہیں ؟
فرشتوں کا انسان کی تخلیق پر اعتراض یا سوال کیوں تھا ؟
کائنات میں وہ مٹی کیسے بنی جس سے انسان بنا؟
کائنات کی تخلیق کا عمل اگر فوٹون سے شروع ہوتا ہے تو فوٹون نے پانی کیسے بنایا ؟
کیا سچ میں انسان کائنات میں موجود ہے؟
کیا ہم پہلے ہی مر چکے ہیں ؟
کیا جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ سچ ہے یا صرف عکس؟

عامر ثقلین

Godism

مذہبی طبقے کے نزدیک خدا یا خداؤں کی تعداد کتنی ہے؟

انسان نے مورتیاں کیوں بنائی؟

وہ ان مورتیوں سے کیوں ڈرتا ہے ؟

اگر خدا ہے تو انسان کے کام میں مداخلت کرتا ہے یا نہیں ؟

کیا خدا میں جذبات ہوتے ہیں ؟

کیا مذہب بس برداشت اور صبر کا نام ہے؟

اکثریت خدا کے وجود کا انکار کیوں کرتی ہے؟

عامر ثقلین

Godism

کیا مذہب خود ساختہ ہے یا الہامی ؟

اس سوال کے جواب کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھتے ہیں کہ تمام مذاہب میں کیا چیزیں موجود ہو سکتی ہیں --

مذہب میں عقائد ،رسومات اور اصول ہوتے ہیں --

عقائد میں کسی ہستی یا چیز کو سب سے اعلیٰ درجہ دیا جاتا ہے اور اسے انسانوں کا مددگار سمجھا جاتا ہے --
ہر مذہب میں اس ہستی کے مختلف نام ہیں--
عقائد میں لوگوں کے نزدیک کچھ چیزیں/ مقامات مقدس ہوتے ہیں--
یہاں عقائد میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک جو چیزیں مقدس ہوتی ہیں وہ اس علاقے میں پائی جاتی ہیں یا کم از کم اس کی ہیئت کو انھوں نے دیکھا ہوتا ہے--

عامر ثقلین

Godism

مثال کے طور پر اگر ہندو گائے کو مقدس سمجھتے ہیں تو گائے ان کے علاقے میں موجود ہے ۔۔۔
یا بعض پیڑ ، مندر وغیرہ ۔۔
یا مسلم کے نزدیک حرم، یا آتش پرستوں کے نزدیک آتش۔۔ عیسائیوں کے نزدیک کلیسا۔۔

رسومات خوشی یا غم کے موقع کو منانے کے لیے بنائی جاتی ہیں۔۔ یہ رسومات انسان کے جذبات کا اظہار کرنا کے طریقہ کار ہوتی ہیں ۔۔ لہٰذا جو طریقہ کار خوشی کے موقع پر ملنے کا ہوتا ہے وہ غم کے طریقہ کار سے مختلف ہوتا ہے ۔۔

مذہب میں اصول اس نکتہ نظر کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے ہیں کہ انسان کی اپنی یا دوسروں کی بہتری کن کاموں میں ہے اور نقصان کن کاموں میں ہے ۔۔ ان اصولوں میں انسان کے جذبات شامل ہوتے ہیں۔۔

عامر ثقلین

اس لیے اصولوں میں کچھ چیزوں /حرکات/عوامل کرنے کو صحیح کہا جاتا ہے اور کچھ کو غلط ۔۔ پھر اسے ہائی ایسٹ ایتھارٹی کی جانب منسوب کردیا جاتا ہے کہ یہ یہ عوامل اسے پسند ہیں اور یہ یہ عوامل ناپسند اور انھیں برائی یا اچھائی کا نام دیا جاتا ہے ۔۔

اور یہاں پر بھی دلچسپ بات یہی ہے کہ وہ جن عوامل کو صحیح یا غلط مانتے ہیں وہ ان علاقوں میں موجود ہوتی ہیں ۔۔
وہ چیزیں (پھل سبزیاں فصلیں اور ان چیزوں کو ملا کر انسان کی تیار کردہ پروڈکٹس وغیرہ ہوسکتی ہیں) یا وہ عوامل (کسی کی جان لینا، سیکس کرنا ، کسی کے مال پر قابض ہونا وغیرہ ہوں یا کسی کی مدد کرنا ، رشتوں کا احترام ، اور دوسروں کی بھلائی چاہنا اور انھیں نقصان نہ پہنچانا وغیرہ)

عامر ثقلین

Godism

In the book

A contributions to the critique of"
"Hegel's philosophy of right

"Religion is the opium of the people "

کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز
"مذہب کو لوگوں کی افیون کہتے ہیں"
اس کتاب کے پوائنٹس کا نچوڑ یہ چند باتیں ہیں ۔۔

مذہب کی طرف جانے والا فرد علم کی کمی کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا۔۔
مادی حالات ، غربت ، بے بسی اور محرومی مذہبی خیالات کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔۔
جیسے قدیم انسان نیچر میں ہونے والی آفات کے آگے بے بس تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ طوفان زلزلہ بارش کے پیچھے آنے کا میکینزم کیا ہے ۔۔
اس بے بسی یا ڈر نے اسے ایک ایسے وجود کو ماننے پر مجبور کیا جسے وہ دیوتا ،خدا وغیرہ کے نام سے پکارنے لگا۔۔

عامر ثقلین

Godism

اور اس خیالی وجود کو اس نے ہائی ایسٹ ایتھارٹی سے منسوب کیا۔۔ ایک ایسا وجود جس کے پاس ساری طاقت ہو ۔۔

جیسے زمین پر بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے وزراء مشیر ورکرز ہوتے ہیں اور بادشاہ جن سے خوش ہوتا ہے وہ اسے انعام و کرام دیتا ہے اور جس سے ناراض ہوتا ہے اسے سزا۔۔

اسی خاکہ کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان نے خداء فرشتوں ، دیوتا وغیرہ کا تصور ذہن میں بنایا جیسے زمینی بادشاہ خوش ہوکر انعام دیتا ہے ویسا ہی اس نے آسمانی بادشاہ کی طرف تصور بنایا۔۔

پھر جس کتاب کی مذہبی طبقہ پیروی کرتا ہے اس کی تشریحات مختلف ہوتی ہیں ۔۔

لیکن یہاں ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ کیتھولک نظام میں چرچ کو پیسے دے کر گناہ کو معاف کروایا جاسکتا تھا۔۔

عامر ثقلین

Godism

کارل مارکس اینڈ اینگلز کے فلسفے کو مذید گہرائی سے سمجھیں تو چند سوالات ذہن میں آتے ہیں

کیا مذہب میں طاقتور طبقے اور کمزور طبقے کی ایک ہی بنیادی کتاب کی تشریحات مختلف ہوتی ہیں ؟
ایسا نظام باقی کن کن مذاہب میں موجود ہے؟
کیوں ہر دور میں مذہب معاش کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے ؟
پھر مذہب کی تشکیل کے دعویدار سیاست اور طاقت کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دوسروں کو سر خم تسلیم کرنے کا حکم کیوں دیتے ہیں ؟
وہ کیوں اپنی ذات پر ہونے والے سوالات کو ایک جرم قرار دیتے ہیں ؟
وہ دوسروں سے زیادہ خود کو مقدس کیوں سمجھتے ہیں؟
وہ اس بات کا دعوی کیوں کرتے ہیں کہ صرف وہی اس ہائی ایسٹ اتھارٹی تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں؟
اگر مذہب الہامی ہے تو الہام تک سب کی رسائی ممکن ہونی چاہیے !
اگر مذہب خود ساختہ ہے تو پھر ہر انسان اپنے عقائد خود سے کیوں نہیں بنا سکتا اور وہ خود سے ہی گناہ کو معاف کیوں نہیں کرسکتا ؟

عامر ثقلین

Godism

اگر کوئی مذہب سچ میں الہامی ہوگا تو اس میں کم از کم
یہ خصوصیات ہونی چاہئیں
۱- اس مذہب کی بنیادی کتاب ایک ہونی چاہیے
۲- اس کتاب کی تشریح ہر طبقے کے لیے یکساں ہونی
چاہیے
۳- اس میں ہائی ایسٹ اتھارٹی تک تمام افراد کی رسائی
ممکن ہونی چاہیے
۴- اس میں ہر فرد سے سوال کیا جاسکے
۵- اس میں ہر فرد کے عمل پر تنقید کی جاسکتی ہو
۶- اس میں ہر غلط کام کی سزا سب کو ایک جیسی ملنی
چاہیے
۷- اس مذہب میں محض پیسے دینے سے گناہ کی معافی
کا تصور نہیں ہوگا
۸- اس مذہب کا خاکہ بالکل انسانی بادشاہت سے
مماثلت نہیں رکھنا چاہیے ۔۔ وہ نہ صرف اس سے
بہتر ہونا چاہیے بلکہ یونیورسل ہونا چاہیے
۹- اس مذہب کا پیروکار بے بسی یا مجبوری کی وجہ سے
اس مذہب کی پیروی نہیں کرے گا بلکہ وہ اس مذہب
سے منسلک ہر بات کو تسلیم کرنے کے دلائل، شواہد
اور لوجک بھی دے سکے

عامر ثقلین

Godism

مذہب کو بنایا ہی کیوں گیا؟

اس کا جواب کارل مارکس کا فلسفہ دیتا ہے
"مذہب لوگوں کے لیے افیون ہے"
ہم انیسویں صدی عیسوی کے حالات کو سمجھیں تو اس جملہ کا اصل مطلب یہ ہے کہ مذہب لوگوں کے لیے ایک درد کش، سستی دوا ہے۔۔
مذہب کے ذریعے سے لوگ اپنے ساتھ ہونے والی نا انصافی کے خلاف آواز اٹھا سکیں ۔۔کیوں کہ مارکس کے نزدیک لوگوں کو سیاسی آزادی صرف کاغذ پر لکھ کر دی گئی ہے لیکن ان کے معاشی نظام کو بہتر نہیں کیا گیا ۔۔جب معاشی نظام انسان کے کنٹرول سے باہر ہوتا ہے تو انسان اس نظام سے "بیگانگی" اختیار کرتا ہے اور وہ انسان پھر مذہب میں اپنی پناہ گاہ تلاش کرتا ہے ۔۔۔مارکس مذہب کو ختم کرنے کا نہیں کہتا بلکہ معاشی حالات کو بدلنے کا نظریہ دیتا ہے ۔۔
لہٰذا مذہب بنایا جاتا ہے تاکہ اجتماعی کنٹرول حاصل کیا جائے اور جب انسان اجتماعی کنٹرول حاصل کر لے گا تب مذہب خود بہ خود ہی ختم ہوجائے گا۔۔
لہٰذا مذہب میں" انصاف" کی بات بنیادی ہوتی ہے لیکن مذہب کا یہ نظریہ کہ جو آسائش انسان کو حاصل ہوگی وہ بعد کی زندگی (بعد از موت) میں ہوگی ۔۔
مارکس اس سوچ پر تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا میں انسان غلامی کی زندگی کیوں گزاریں ؟
دنیا کے حالات کو خود سے کیوں نہیں بدلتے بلکہ انتظار کیوں کرتے ہیں!

عامر ثقلین

Godism

کیا انسان مذہب کے بغیر زندگی گزار سکتا ہے؟

مذہبی لوگوں کے نزدیک کافر وہ شخص ہوتا ہے جو مذہب کی سب سے ہائی ایسٹ اتھارٹی (خدا، دیوتا، وغیرہ) کا انکار کرتا ہے -- اور اس کے ساتھ تقریبا ہر مذہب میں یہ عقیدہ موجود ہے کہ موت کے بعد زندگی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے --

تو کافر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو موت کے بعد کی زندگی کا انکار کر دے --

اگر ابراہیمی مذہب کی بات کی جائے تو ان کی نزدیک کافر وہ شخص ہے جو خدا، فرشتوں، رسولوں اور اس کتاب کا انکار کرتا ہو جس کتاب کو وہ مقدس کتاب کہتے ہیں

لہذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ کسی مذہب کو نہیں مانتا وہ بنیادی طور پر اوپر بیان کردہ عقائد کا انکار کرتا ہے --

مذہب کے بغیر انسان زندگی نہیں گزار سکتا مگر کافر سوچ رہا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے بغیر زندگی گزار رہا ہے ---

کافر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر چیز کا ہی انکار کردیتا ہے --

عامر ثقلین

Godism

اس شخص کے نزدیک بھی "اخلاقیات اور یونیورسل ٹرتھ" کی حیثیت برقرار رہتی ہے --

وہ ان باتوں کو تسلیم کرتا ہے

ا - جھوٹ بولنا اچھی بات نہیں

۲ - دھوکہ دہی اچھی بات نہیں

۳ - کسی کی جان لینا صحیح نہیں

۴ - دوسروں کی مدد کرنا اچھی بات ہے

۵ - مظاہر نیچر کو وہ بھی تسلیم کرتا ہے (سورج کا مشرق سے طلوع ہونا، زمین کی سورج کے گرد گردش، رات دن، موسم، بادل، پانی، آگ وغیرہ)

یونیورسل ٹرتھ کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں کافر سائنس کے ثابت شدہ تجربات (قوانین) کو مانتا ہے --

-٦ ہر کافر بھی موت کو مانتا ہے کہ موت آتی ہے --

آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ کسی کافر نے تحریک چلائی ہو کہ اسے جھوٹ بولنے کی مکمل آزادی دی جائے --- اسے لوگوں کو قتل کرنے کی مکمل آزادی دی جائے---

عامر ثقلین

Godism

اگر ہم "اخلاقیات اور یونیورسل ٹرتھ" کو یکجا کرکے اسے ایک مذہب سمجھیں تو اس مذہب کو وہ تسلیم کرتا ہے --
مثال کے طور پر اگر ایک کافر یا ملحد کا مال کوئی چوری کرے یا اس کے عزیز کی جان لے لے تو وہ کافر اس بات کا دعوی ضرور کرے گا کہ
چور کو سزا ملنی چاہیے ، قاتل کو سزا ملنی چاہیے-- (مگر چور یا قاتل کو سزا کیا دینی چاہیے یہ اپنی مرضی کی چاہے گا)

لیکن اخلاقیات میں کافر "سیکس کرنے" کو غیر اخلاقی قرار نہیں دیتے -- ان کے نزدیک کسی سے بھی سیکس کرنا درست ہوتا ہے (وہ مرد سے مرد، مرد سے عورت، عورت سے عورت ، یا انسان کا کسی جانور سے سیکس کرنا وغیرہ)
اس کے نزدیک یہ سب درست ہے--- اس کے نزدیک سیکس کرنے کے لیے یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ عورت اس کی بیوی، ماں، بہن یا بیٹی ہے یا مرد باپ، بھائی یا شوہر ہے --- اس کے نزدیک سیکس کرنے کے لیے کسی رشتے کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس عورت کے ساتھ اس مرد کا کسی بھی قسم کا رشتہ ہو --
دوسرا اخلاقیات میں وہ نشہ کرنے کو بالکل درست مانتا ہے --

عامر ثقلین

Godism

اور اگر دیکھا جائے تو نوجوان نسل میں کفر کی سب سے بڑی
وجہ سیکس ہوتا ہے۔۔(معاشی حالات بھی مذہب سے بیزاری کا
باعث ہو سکتے ہیں)
ہر مذہب سیکس کی ہر صورت کو جائز قرار نہیں دیتا ۔۔ لہذا
وہ شخص مذہب سے ہی دور ہوجاتا ہے ۔۔
بالکل ویسے وہ لڑکی جو آزادانہ سیکس چاہتی ہو ۔

اس لیے کافر برہنہ پائی کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کے لیے
تحریک بھی چلاتا ہے اور برہنہ پائی کو اپنا حق قرار دیتا ہے ۔۔

ہر مذہب انسان کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرکے اس پر
کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے۔۔ لہذا ان پابندیوں سے نجات
صرف اس صورت میں ممکن ہوتی ہے جب مذہب کا مکمل
انکار کردیا جائے ۔۔۔
مگر ایک بات یہاں پھر سے کافر کے سامنے آتی ہے اور وہ
ہے
ہر ملک کے بنائے گئے قوانین ۔۔ اب ان قوانین سے نمٹنے
کے لیے اسے طاقت اور پیسہ چاہیے ہوتا ہے ۔۔
اس وجہ سے کافر سیاست کی طرف اپنا رخ کرتا ہے ۔۔
لہذا مذہب کے بغیر زندگی گزارنے والے شخص کو بھی کچھ
اصولوں کو بامر مجبوری تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔۔

عامر ثقلین

مذہب سے کن لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے

مذہب میں سب سے زیادہ فائدہ ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اس مذہب میں کسی اتھارٹی پر فائز ہوتے ہیں۔۔

عزت و تکریم: اگر ہم کسی بھی مذہب کی بات کریں تو اس میں خاص عہدہ رکھنے والا شخصیات کو عزت و تکریم سے نوازا جاتا ہے (وہ پادری، پنڈت، برہمن ، صوفی ، پیر وغیرہ ہو سکتے ہیں)

مال و دولت کا فائدہ: مذہب کے پیروکاروں کو اس بات کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنا مال اس ہائی ایسٹ ایتھارٹی کو راضی کرنے کے لیے خرچ کریں اور زیادہ تر یہ مال ان لوگوں تک ہی پہنچتا ہے جو اس مذہب میں کسی اتھارٹی پر فائز ہوتے ہیں ۔۔

جو پیسے نہیں دیتے انھیں اس بات کا خوف دلایا جاتا ہے کہ ایسا نہ کرنے سے ان کے دیوتا یا خدا ان سے ناراض ہوجائیں گے اور سزا دیں گے ۔۔

اور پیسوں کے ساتھ گناہوں کی بخشش کو جوڑا جاتا ہے ۔۔ (کیتھولک نظام میں تو یہ عام بات رہی ہے) مگر یہ نظام باقی بہت سارے مذاہب میں بھی موجود ہے ۔۔

عامر ثقلین

Godism

پھر مذہبی اتھارٹی والے شخص کو پیسے دے کر مذہب
کو اپنی مرضی کی طرف کسٹمائز کرنا ۔۔
پھر جن مذاہب میں کسی جانور کو قربان کرنے کا حکم
ہوتا ہے تو اس جانور کا گوشت کھال وغیرہ بھی
اتھارٹی والی شخصیات تک پہنچتا ہے ۔۔
اس کے ساتھ پیدائش ، نکاح، موت وغیرہ کے موقع
پر بھی ایسی شخصیات پیش پیش ہوتی ہیں ۔۔
اور بعض مذاہب میں تو موت کے بعد بھی ایسی
شخصیات اس کے لواحقین کے ساتھ رہ کر ان سے
بعد از موت گناہوں کی بخشش کے نظریہ کے تحت
لواحقین سے پیسے وصول کرتی رہتی ہیں ۔۔
اس کے ساتھ اتھارٹی والے لوگ اپنے مذہب کے
احکامات کو لوگوں تک پہچانے کے پیسے وصول کرتے
ہیں ۔۔ ہر مذہب میں کچھ قصے کہانیاں ایسی ہوتی ہیں
جنھیں اس مذہب کے عوام سننا پسند کرتے ہیں ۔۔
انھوں نے کچھ خاص چیزوں کو مذہب کے ساتھ جوڑا
ہوتا ہے جسے لوگ خریدتے ہیں (جیسے کہ اس مذہب
کی کتب ، مختلف قسم کا سامان جو رسومات پر خرچ
ہوتا ہے ، چندن کی لکڑی ، مالا ، سندور، نقش
سلیمانی، تعویذ، قبر کے لیے چادر ، وغیرہ)

عامر ثقلین

Godism

مذہبی تعلیمی ادارے: مذہبی تعلیمی ادارے بنا کر بھی اس کے ذریعے سے تجارت کی جاتی ہے۔۔
اثر و رسوخ : ایسی شخصیات کا سیاسی اثر و رسوخ بھی ہوتا ہے کیوں کہ عوام ان کے کہنے پر کسی حکمران یا سیاسی ورکر کے ساتھ یا خلاف بھی کھڑے ہو سکتے ہیں ۔۔۔
شہوت پرستی میں آسانی: بعض مقلد اپنی خواتین کو ایسے لوگوں کے پاس بھروسہ کر کے بھیجتے ہیں جن سے وہ بآسانی سیکس کر سکتے ہیں۔۔۔ (عیسائیت میں راہب اور راہبہ کے درمیان سیکس کی ایک پوری تاریخ ہے) ۔۔ باقی مذاہب میں ایسے معاملات کی نیوز نشر ہوتی رہتی ہیں ۔۔
ایسی شخصیات کے جاننے والوں اور رشتہ داروں کو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے (تجارت سیاحت خریداری وغیرہ میں)
ان فوائد کے ساتھ مختلف مذاہب میں ان لوگوں کو مذید فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں ۔۔ ایسی شخصیات کی موت کے بعد ان کی اولاد کو بھی ان سے فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔۔

عامر ثقلین

مذہب کے نام پر جنگیں

مذہب سے کیا نقصان ہوتا ہے یا کن لوگوں کو نقصان ہوتا ہے -- یہ اسی عنوان کے ضمن میں آتے ہیں --
درج ذیل بتائی گئی تاریخ اور اموات حتمی نہیں ہیں کیوں کہ تاریخ میں ہمیشہ سے ہی اختلاف رہا ہے کہ اس میں مختلف مورخ اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں -- اور ویسے بھی اس کتاب کا مقصد تاریخ بیان کرنا نہیں ہے -- بلکہ مذہب کے نام پر ہونی والی جنگوں اور اموات کے متعلق توجہ دلانا ہے --
مہابھارت (Mahabharata): ہندو مت کی سب سے بڑی جنگ، جو پانڈو (Pandavas) اور کورو (Kauravas) کے درمیان کروکشیتر (Kurukshetra) کے میدان میں لڑی گئی۔ اسے مذہب اور حق کی فتح کی جنگ مانا جاتا ہے جس میں بھگوان کرشن نے ارجن کو گیتا کا فلسفہ دیا تھا۔رامائن (Ramayana): بھگوان رام اور لنکا کے راجہ راون (Ravana) کے درمیان لڑی جانے والی مذہبی جنگ۔ اس جنگ کو برائی پر نیکی (سچائی) کی فتح کی علامت کے طور پر منایا جاتا ہے۔

Godism

یہودی تاریخ میں مذہبی اور آزادی کی جنگوں، خاص طور پر رومی سلطنت کے خلاف ہونے والے تنازعات کے دوران اموات کی تعداد لاکھوں میں تھی

یہودی-رومی جنگیں (Jewish-Roman Wars) پہلی صدی اور دوسری صدی عیسوی میں یہودیہ اور رومی سلطنت کے درمیان تین بڑی جنگیں ہوئیں جن میں بڑے پیمانے پر جانی نقصان ہوا ---

عظیم بغاوت (The Great Revolt - 66 سے 73 CE): یہ جنگ یروشلم کے محاصرے اور دوسری ہیکل (Second Temple) کی تباہی پر منتج ہوئی۔ مشہور یہودی مورخ فلاویئس جوزیفس (Flavius Josephus) کے مطابق، اس دوران تقریباً 1,100,000 یہودی ہلاک اور 97,000 کے قریب قید کر کے غلام بنا لیے گئے۔ جدید محققین کے نزدیک یہ تعداد مبالغہ آمیز ہو سکتی ہے، تاہم ہلاکتوں کی اصل تعداد لاکھوں میں تھی --

ڈائاسپورا کی جنگ (Diaspora Revolt - 115 سے 117 CE): مصر، قبرص اور لیبیا کے علاقوں میں یہودی آبادی اور رومیوں کے مابین جھڑپیں ہوئیں۔ اس جنگ میں تقریباً 200,000 یہودی اور یونانی مارے گئے۔

بار کوخبا بغاوت (Bar Kokhba Revolt - 132 سے 136 CE): یہ رومی سلطنت کے خلاف آخری بڑی یہودی بغاوت تھی۔ جدید تخمینوں کے مطابق اس جنگ میں تقریباً 580,000 یہودی جنگجو اور شہری ہلاک ہوئے--

عامر ثقلین

Godism

جنگ خیبر (628ء): مسلمانوں اور خیبر کے یہودیوں کے درمیان لڑی جانے والی اس جنگ میں 93 یہودی جنگجو ہلاک ہوئے۔دیگر تنازعات جیسے کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے محاصروں کے دوران بھی اموات واقع ہوئیں، تاہم ان کا دائرہ کار رومی جنگوں کے مقابلے میں کافی حد تک محدود تھا۔
تاریخی دستاویزات کے مطابق، رومی ادوار میں ہونے والی ان مذہبی و قومی جنگوں کے نتیجے میں کل 800,000 سے زائد یہودی باغی اور شہری لقمہ اجل بنے۔ اس کے علاوہ ہزاروں افراد کو غلام بنا کر سلطنت کے مختلف حصوں میں جلاوطن کر دیا گیا۔۔

الی-پنحس تنازع (Eli-Pincus Conflict) : تقریباً 1400 قبلِ مسیح میں اعلیٰ مذہبی پیشوائی (High Priesthood) کے حصول کے لیے یہود کے دو خاندانوں کے درمیان ہونے والی خانہ جنگی۔بنیامین کی جنگ (Benjamite War) : تقریباً 1375 قبلِ مسیح میں قبیلہ بنیامین اور دیگر اسرائیلی قبائل کے مابین ایک مذہبی و اخلاقی تنازع پر لڑی گئی۔مکابی کی بغاوت (Maccabean Revolt) : 167 سے 160 قبلِ مسیح کے دوران یہودا مکابی کی قیادت میں یونانی سلطنت (Seleucid) کے خلاف لڑی گئی مذہبی جنگ، جس کا مقصد یہودیت کو ختم کرنے کی کوششوں کا خاتمہ تھا۔پہلی یہودی-رومی جنگ (First Jewish-Roman War) : 66 سے 73 عیسوی کے درمیان رومی سلطنت کے تسلط اور مذہبی آزادی کی سلب کے خلاف لڑی گئی۔ اس کے نتیجے میں 70 عیسوی میں دوسرا ہیکل (Second Temple) تباہ کر دیا گیا۔

عامر ثقلین

Godism

تاریخ دانوں کے مطابق تقریباً سات سو جنگیں ایسی ہوئی ہیں جو مذہبی جنگیں تھیں ۔۔

مورخین کے مطابق عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان باضابطہ صلیبی جنگوں کی کل تعداد 9 ہے۔ یہ جنگیں سنہ 10،95 سے شروع ہو کر 12،91 تک تقریباً دو سو سال تک جاری رہیں۔ ان کا مقصد مشرق وسطیٰ میں مقدس مقامات پر قبضہ حاصل کرنا تھا

صلیبی جنگوں میں ہونے والی کل اموات کے تخمینے 10 لاکھ سے 90 لاکھ کے درمیان ہیں۔ ان دو صدیوں 10،95) تا 12(،91 پر محیط جنگوں میں درست اعداد و شمار کی عدم موجودگی کی وجہ سے، مورخین کی اکثریت مجموعی اموات کی تعداد 30 لاکھ کے لگ بھگ بتاتی ہے۔

یورپی مذہبی جنگیں کوئی ایک جنگ نہیں بلکہ 6ویں،1 17ویں اور 8ویں1 صدی کے اوائل میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے درمیان لڑی جانے والی جنگوں کا ایک طویل اور تباہ کن سلسلہ تھا۔ تاریخ میں ان کی کوئی ایک حتمی تعداد درج نہیں، تاہم ان میں درج ذیل 6 اہم جنگیں ہیں ۔۔

عامر ثقلین

Godism

یورپی مذہبی جنگیں کوئی ایک جنگ نہیں بلکہ 16ویں، 17ویں اور 18ویں صدی کے اوائل میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے درمیان لڑی جانے والی جنگوں کا ایک طویل اور تباہ کن سلسلہ تھا۔ تاریخ میں ان کی کوئی ایک حتمی تعداد درج نہیں، تاہم ان میں درج ذیل 6 اہم ترین جنگیں شامل ہیں: جرمن کسانوں کی جنگ (1524–1525): مقدس رومی سلطنت میں ہونے والی پہلی بڑی بغاوت اور مذہبی جنگ۔ شمکالڈک جنگ (1546–1547): شہنشاہ چارلس پنجم اور پروٹسٹنٹ شہزادوں کے درمیان لڑی گئی۔ فرانسیسی مذہبی جنگیں (1562–1598): کیتھولک اور فرانسیسی کیلونسٹوں (Huguenots) کے درمیان طویل خونی تنازعات۔ آٹھ سالہ جنگ / ڈچ انقلاب (1568–1648): ہالینڈ اور اسپین کے درمیان آزادی کی جنگ جو بنیادی طور پر مذہبی اختلاف پر مبنی تھی۔ تیس سالہ جنگ (1618–1648): یہ یورپ کی تاریخ کی سب سے بڑی مذہبی جنگ تھی جس میں یورپ کی تقریباً 20 فیصد آبادی ختم ہو گئی۔ اس نے ویستفالیا کے امن معاہدے پر ختم ہو کر یورپ کی سیاسی و مذہبی سرحدیں بدل دیں

عامر ثقلین

تین ریاستوں کی جنگیں (1651–1639): اس میں انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کی خانہ جنگیاں شامل تھیں جو مذہبی اور آئینی تنازعات کا نتیجہ تھیں۔

یورپی مذہبی جنگوں میں سب سے ہلاکت خیز تیس سالہ جنگ (16،18 - 16،48) تھی جو کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ ریاستوں کے درمیان لڑی گئی۔ اس میں تقریباً 4.5 سے 8 ملین (45 سے 80 لاکھ) افراد لقمہ اجل بنے۔ ان اموات کی بڑی وجہ جنگ، قحط اور بیماریاں (خصوصاً طاعون) تھی۔۔

جنگ کے تباہ کن اثرات: مقدس رومی سلطنت (موجودہ جرمنی) کے کچھ علاقوں میں مجموعی آبادی کا 50 فیصد سے زائد حصہ ہلاک ہو گیا۔ اس ہولناک شرحِ اموات نے پورے خطے کی معیشت اور معاشرے کو شدید نقصان پہنچایا۔ جنگ کا یہ سلسلہ 16،48 میں ویسٹ فیلیا کے امن (Peace of Westphalia) کے معاہدے کے تحت ختم ہوا۔

Godism

اس میں چند ضمنی باتیں یہ بھی ہو سکتی ہیں ۔۔
بعض مذاہب میں مذہب کے نام پر عورت کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے ۔۔ لوگوں کو طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے (خاص طور پر ہندو ازم) میں ۔۔
انسانیت میں نااتفاقی پیدا کی جاتی ہے ۔ شادی بیاہ کی رسومات میں بہت ساری پابندیاں ہونا وغیرہ ۔۔
مذہب کے نام پر ہونے والے فسادات اور اختلافات جو انسانیت کو یکجا اور منظم ہو کر کام کرنے سے روکتے ہیں اور دنیاوی ترقی کے راستے میں حائل ہوتے ہیں ۔۔
کچھ مذاہب کی رسومات انسانیت کی لیے باعث مضر ہوتی ہیں ۔۔

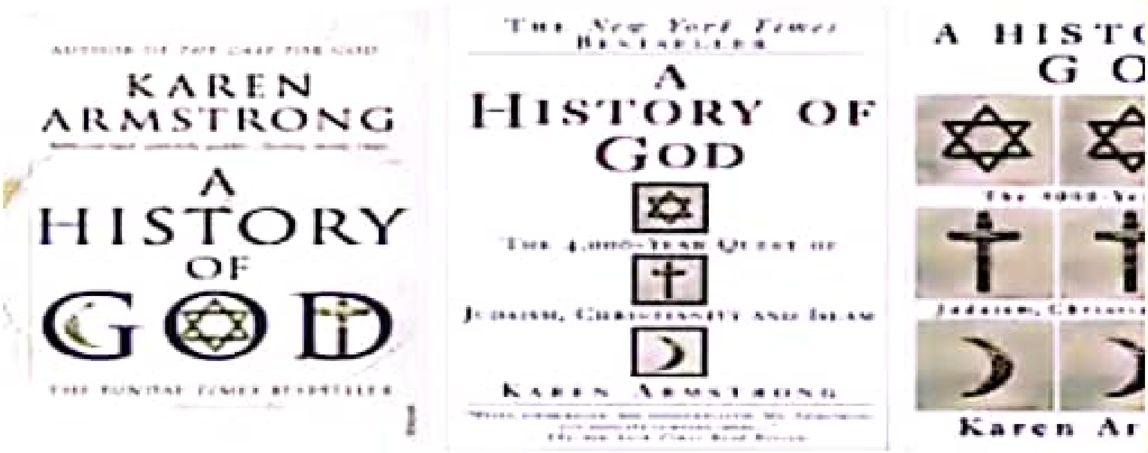
عامر ثقلین

Godism

کیا خدا ہے؟







Overview

A History of God is a book by Karen Armstrong that was published by Knopf in 1993. It details the history of the three major monotheistic traditions, Judaism, Christianity and ... Wikipedia

عامر ثقلین

Godism

Pantheism is the philosophical and spiritual belief that the universe and divinity are identical. It posits that God does not exist as a separate, personal creator, but rather that the entire cosmos, nature, and humanity are aspects of a single, all-encompassing divine reality. Pantheism rejects anthropomorphic or conscious "sky gods" in favor of the combined substance, forces, and laws of nature.Naturalistic Pantheism: Focuses on the awe and reverence for the physical universe without necessarily believing in a supernatural soul or consciousness.Pantheism: "God is the universe" (they are exactly the same thing).Panentheism: "The universe is in God"

سادہ الفاظ میں خدا اور کائنات کو ایک مانا جاتا ہے ۔۔ (وحدت الوجود)

عامر ثقلین

Must read : "Enuma Elish"

Enuma Elish is an ancient Babylonian story focusing on the struggle between gods and the rise of Marduk.

Main points.

- Primordial chaos
- Generational conflict
- Rise of Marduk
- Creation of cosmos
- creation of humanity
- Glorification of Babylonian

Godism

کیرن آرمسٹرانگ کی مشہور کتاب
(خدا کی تاریخ)

اس کتاب کے میں بتایا گیا ہے کہ اگر ہم
قدیم دنیا کی بات کریں تو ان لوگوں کے نزدیک
اصل انسان بننے کے لیے ان کو دیوتاؤں کی تقلید کرنا
پڑتی۔۔
اور دنیاوی زندگی کو آسمانی زندگی کی نقل سمجھتے اور
اس کی مثال بابل کی مشہور تخلیقی "انوما الیش" نظم
ہے جس میں انھوں بتایا کہ کیسے دیوتا ماردوک نے
فراتفری پر فتح حاصل کی۔۔
اور اس نظم بتایا گیا ہے کہ کیسے دیوتا نے اس کائنات
کو ترتیب دیا ہے ۔۔ اور اس نظم کی خاصیت ہے کہ
اس نظم میں تخلیق کو پہلے سے موجود الھیات کے
مادے سے جوڑا گیا ہے۔۔
اور اس نظم میں موجود جو رسومات بیان کی گئی ہیں وہ
انسانی معاشرے کے لیے ضروری تھیں۔۔

عامر ثقلین

Godism

کیرن کے نزدیک ابراہیمی مذہب میں خدا کا تصور ساکن نہیں رہا بلکہ تبدیل ہوتا رہا ہے ۔۔
جب خدا کا ایک تصور موثر نہیں رہتا تھا تو وہ تبدیل ہو جاتا اور اس کی جگہ اک نیا تصور جنم لیتا
کیرن کے نزدیک ابراہیمی مذہب ایک دیوتا یوحنا (یوحوا) سے شروع ہوتا ہے جو کہ اک جنگجو دیوتا تھا ۔۔
وہ کوہ سینا کے متعلق اپنی رائے کو یہ بیان کرتی ہیں کہ وہاں پر خدا اور انسان کے درمیان احکامات کا تبادلہ خیال ہو رہا ہے ۔۔اگرچہ کوہ سینا کا موقف دوسرے موقف سے الگ تھا۔۔اس دیوتا کو فطرت میں رچا بسا نہیں دکھایا گیا بلکہ ایک فاصلے پر رکھا گیا ہے ۔۔
مگر اس وقت بھی بت پرستی قائم تھی (بال دیوتا ، اشیری دیوی وغیرہ کی پرستش) ہو رہی تھی اور پھر بچھڑے کا مشہور واقعہ (سامری والا)
پھر محوری دور (آٹھ سو سے دو سو قبل از مسیح) کا آغاز ہوا جس میں مختلف مذاہب نے جنم لیا۔۔اسی دور کی کتاب اپنشد(ہندو مذہب کی کتاب) ہے ۔۔ خدا ہر جگہ موجود ہے ۔۔ اور احکامات پر عمل کرنے پر زور دیا گیا اور اسے خدا کی تقلید قرار دیا گیا ۔۔پھر بعد میں
یسوع مسیح اک مبلغ کی حیثیت سے آئے اور خدا کے ہونے کا پیغام دیا ۔۔ ان کے پیروکاروں نے اسے تسلیم کیا ۔۔ اور یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ۔۔ اور ابتدائی لوگوں کے دیک خدا کے بیٹے ہونے کا مطلب تھا ایک خاص قربت۔۔

عامر ثقلین

Godism

ان کی موت اور بعد میں جی اٹھنے پر یقین کیا گیا
مگر یہودیوں نے اس کا انکار کیا کیوں کہ ان کے نزدیک اس کا مطلب تھا خدا کا مجسم۔۔
اور یوحنا کی انجیل میں تو اسے لوگوس کہا ہے یعنی ازلی کلمہ یعنی جو خدا کے ساتھ تھا اور جس سے کائنات بنی ۔۔ پھر یہ مذہب اپنی اخلاقیات کی وجہ سے آگے پھیلتا گیا اور قسطنطنیہ میں اسے سرکاری حیثیت حاصل ہوگئی ۔۔ لیکن عقیدہ تثلیث پر یہاں پر بھی اختلافات تھے۔۔ اور کچھ نظریات ایسے تھے جن میں یہ کہا گیا کہ خدا کو نہیں سمجھا جاسکتا ۔۔
اسلام سے پہلے عرب کے دور کو جاہلیت کا دور کہا جاتا ہے مطلب اس میں قبائلی تشدد تعصب اور لا علمی وغیرہ سب شامل تھا اور اسی ماحول میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور وحی کا آغاز ہوا ۔۔ قرآن میں خدا کو یکتا کہا گیا ہے اور اس کی نشانیاں ہر جگہ موجود ہے اور قرآن عقل کو بار بار استعمال کرنے کا حکم دیتا ہے ۔۔ قرآن انسان کو خدا کے مکمل تابع ہونے کا حکم دیتا ہے ۔۔
قرآن میں شیطان کے واقعہ کو بھی نقل کیا گیا ہے ۔۔ اور اس میں شرک سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے ۔۔۔ اس کے بعد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجرت مدینہ کی طرف ہوئی اور وہاں جاکر اسلام کو ایک ریاستی حیثیت حاصل ہوئی

عامر ثقلین

Godism

مگر جب قبلہ تبدیل کیا گیا تو یہودیوں سے تعلقات میں خرابی پیدا ہوئی ۔۔ اسلام کو ابراہیم و اسماعیل کا دین قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ کعبہ انھوں نے تعمیر کیا ہے اور وہاں پر حقوق کی بات کی گئی ۔۔

اور اس کے بعد قرآن کو مخلوق ہونے یا غیر مخلوق ہونے پر بحث ہوئی ۔۔

اور پھر فلسفہ نے خدا کے تصور کو سمجھنے کوشش کی ۔۔ اس میں تصوف کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔۔

ایسے تصورات یہودیت اور عیسائیت میں بھی تھے ۔۔

پھر اسلام میں ابن العربی نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کیا ۔۔ مولانا رومی نے لازوال عشق کو شاعری میں ڈھول دیا ۔۔

مگر جب یہودیوں کو سپین سے نکالا گیا تو انھیں بہت صدمہ ہوا ۔۔ اور اسی دوران کچھ نظریات سامنے آئے یعنی کائنات بنانے کے لیے خدا نے خود کو سکیڑ لیا۔۔ یہ نظریہ سامنے آیا کہ تخلیق کے دوران جن برتنوں میں الٰہی روشنی تھی وہ ٹوٹ گئے اور دنیا میں شر اور بگاڑ پیدا ہوگیا ۔۔ اور ایک نظریہ مرمت یا بحالی پر بحث کرتا ہے یعنی انسان اچھے عمل کرکے اس بکھری ہوئی روشنی کو دوبارہ اکٹھا کرے تاکہ وہ اس دنیا کو ٹھیک کرے۔۔

عامر ثقلین

Godism

اس کے بعد سائنس کا انقلاب آیا اور دنیا تبدیل ہوئی اور یہاں پر سائنس نے مذہب پر گہرے اثرات چھوڑنا شروع کیے ۔۔ اس میں گلیلیو نیوٹن پاسکل وغیرہ شامل ہیں ۔۔ پھر اسپونزیہ کا پینتھی ازم کا نظریہ ڈیکاعڈ وغیرہ کے فلسفے ۔۔

پھر این لائٹنمنٹ جس نے عقل کو سب سے اونچا درجہ دیا جس میں یہ کہا گیا کہ خدا نے دنیا بنائی تو ہے مگر وہ اس میں اب مداخلت نہیں کرتا ۔۔

پھر رومانیت اور جذبات کے تصورات انیسویں صدی میں آئے اور ہیگل کا فلسفہ ۔۔ اور پھر یہ فلسفہ آیا کہ خدا انسان کی اپنی خواہشات کا عکس ہے ۔۔ اور فرائیڈ نے مذہب کو بچگانہ کہا۔۔

اور پھر یہ فلسفہ آیا کہ خدا مر گیا ۔۔

پھر اس کے جوابات میں مختلف مذاہب میں مختلف تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں ۔۔۔

کچھ ایسا نظریہ بھی آیا جس نے کہا خدا کے ساتھ بدل رہا ہے ۔۔ اور سیکولرازم اور لبرل ازم کے رد عمل میں روایات پسند مذہب میں اس کے خلاف تحریکیں ہوئیں ۔۔

لہٰذا خدا کے متعلق ہمیشہ سے نظریات بدلتے رہے ہیں ۔۔ یہ تصور کبھی جامد نہیں رہا اور شاید یہی اس کے بقا کی وجہ ہے ۔۔

عامر ثقلین

Godism

god

is not

Great

How Religion Poisons Everything

Christopher Hitchens

عامر ثقلین

God is not great by Christopher Hitchens
(How religion poison everything)

God Is Not Great (sometimes stylized as god is not Great) is a 2007 book by journalist Christopher Hitchens in which he makes a case against organized religion. It was originally published in the United Kingdom by Atlantic Books as God Is Not Great: The Case Against Religion and in the United States by Twelve as God Is Not Great: How Religion Poisons Everything, but in 2017 Atlantic Books republished it with no subtitle.(Wikipedia)

Godism

وہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ انھیں اعتراض کرتے وقت چارلس ڈارون کے نظریات کا علم نہیں تھا ۔۔ اس کی ٹیچر اسے فطری علوم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی دیتی تھی ۔۔ اس کی ٹیچر جب اسے دلیل تخلیق کا نظریہ پڑھا رہی تھی جس کے تحت کائنات کی ہر چیز انسان کی سہولت کے لیے کسٹمائز کی گئی ہے ۔۔

وہ کہتے ہیں کہ فطرت نے خود کو ہمارے لیے تبدیل نہیں کیا بلکہ ہماری آنکھوں نے ایسا کیا ہے ۔۔ وہ قدرتی آفات کو بھی سہولت کہتے تھے۔۔

وہ سوچتا ہے کہ کیا کائنات سچ میں ہمارے لیے بنی ہے ؟ اس کے نزدیک کسی چیز کا "تسلی بخش ہونا اس کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا"

فرائیڈ یہ کہتا ہے کہ مذہب انسان کی ایسی اختراع ہے جسے موت اور خطرات سے نمٹنے کے لیے اس کو خود تراشا ہے ۔۔

ہیچینز کا استدلال یہ ہے کہ انسان کو ایک کڑوی سچائی کو قبول کرنا چاہیے بجائے اس کے کہ وہ ایک میٹھے فریب میں زندگی گزارے ۔۔

عامر ثقلین

Godism

وہ چار اعتراض اپنی کتاب میں کرتے ہیں
ا- مذہب انسان اور کائنات کی غلط تشریح کرتا ہے
۲ - یہ غلامی اور خود پسندی کا عجیب مکسچر ہے
۳ - یہ جنسی دباو سے جڑا ہے
۴ - یہ وہم کے ساتھ جڑا ہے

وہ کہتا ہے کہ مذہب انسان کو عاجز بے بس اور گنہگار کہتا ہے اور ساتھ میں اسے کائنات کے مرکز ہونے کا بھی کہتا ہے -

وہ کہتا ہے کہ مذہب سائنس سے اس لیے ٹکراتا ہے کیوں کہ سائنس اس کا وہم چھین لیتی ہے --

وہ کہتا ہے کہ جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے ہر وقت کوئی مانیٹر کر رہا ہے تو یہ بات اس کی جبلت پر اثر انداز ہوتی ہے --

اس کے تحت ہر مذہب نے جنسیت کو خوف اور گناہ کے ساتھ جوڑا ہے -- جتنا انسان اپنی جبلت سے خوفزدہ ہوگا اتنا ہی وہ معافی کی جانب بڑھے گا --

ہیچینز کے تحت انسان نے مذہب کو خود بنایا ہے --

اس کے نزدیک ہمیں آزادانہ تحقیق اور شواہد پر بھروسہ کرنا چاہیے بجائے فرضی قصے کہانیوں کے-- انسانیت کی ترقی میں مذہب ایک رکاوٹ ہے --

عامر ثقلین

Godism

جب انسان مان لے گا کہ اسے آسمان سے بچانے کے لیے کوئی نہیں آئے گا تو آچکے وہ اپنے ساتھ رہنے والوں سے بہتر سلوک کرے --
تھامس جیسے فلاسفر اس نظریہ کو تسلیم کرتے تھے کہ ایک خدا ہے جس نے کائنات کو ترتیب دیا ہے بالکل ایک گھڑی کی طرح اور پھر اسے چابی دی اور اب وہ ہمارے روز مرہ کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا.
اس وقت کشش ثقل جیسے نیوٹن کے قوانین آچکے تھے مگر نیوٹن سائنس دان یہ سوچتا تھا کہ جس وقت کائنات میں کوئی چیز خراب ہوتی ہے تو خدا اس میں مداخلت کر کے اسے ٹھیک کرتا ہے --
پھر اٹھارویں صدی عیسوی میں سائنس ڈی لاپلاس لے ریاضی کی کلکولیشن سے یہ ثابت کیا کہ کائنات کا نظام خود کار ہے ---
اور اس نے یہ ثابت کیا کہ کائنات کو سمجھنے کے لیے ریاضی کی کلکولیشن میں خدا کا ویری ایبل ڈالنے کی ضرورت نہیں --
لاب لاس کے نزدیک اگر ہم کسی چیز کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں تو اس کے لیے پیچیدگی میں جانے کی ضرورت نہیں --
حیاتیاتی سائنس بھی بہت دلچسپ ہے اور بہت سارے سوالوں کو انسان کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے جس میں سے آنکھیں ہیں --- جس کے ڈیزائن پر اعتراض ہوتا ہے کہ جو نظام اس کی روشنی کو محسوس کرنے والا سامنے کی طرف ہونا چاہیے تھا وہ پیچھے کی جانب ہے جس وجہ سے آنکھ میں بلیک سپوٹ ہوتا ہے -- کیوں کہ ارتقائی عمل ایک الجھا ہوا پیچیدہ عمل ہے --

عامر ثقلین

Godism

سمندر میں گہرائی میں موجود ایسی مچھلی بھی ہے جس کی دو آنکھیں اوپر والی جانب اور دو نیچے والی جانب ہیں۔۔

سٹیفن جے گولڈ نے چھوٹے سے جاندار "پکایا" جا مطالعہ کیا جسے ریڑھ کی ہڈی والے جاندار کا جد امجد کہا جاسکتا ہے (سائنسی نظریے کے تحت) ۔۔

سٹیفن جے گولڈ کے تحت ارتقاء کوئی سیدھی سیڑھی نہیں جس کے عروج پر انسان کھڑا ہے ۔۔ گولڈ کے نزدیک اگر زمین کی تاریخ کو فلم کی طرح ریمائنڈ کرکے دیکھا جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ "پکایا" نامی جاندار زندہ ہی نہیں بچ سکے ۔۔

یعنی اگر وہ ختم ہوتا ہے تو انسان کا وجود بھی ختم ہوتا ہے ۔۔

اولڈ ٹیسٹیمنٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام تر احکام الہامی ہیں مگر جب مورخین اور سائنس دان اس چیز کا جائزہ لیتے ہیں تو اک الگ تصویر ابھر کع سامنے آتی ہے ۔۔

ایکسوڈس (خروج) میں کہا گیا ہے کہ

قتل نہ کرو ،چوری نہ کرو ، جھوٹی گواہی نہ دو وغیرہ اور یہ معاشرے کی تشکیل کے لیے عمدہ اصول ہیں ۔۔

اور بائبل میں غلاموں کو خریدنے ،ایک باپ اپنی بیٹی کو کیسے بیچ سکتا ہے کہ بارے میں بتایا گیا ہے ۔۔

روایت کے مطابق یہودیت کی پہلی پانچ کتابیں حضرت موسی (علیہ السلام) نے خود لکھی مگر کتاب استثنا میں تو موسی (علیہ السلام) کا ذکر ایک تھرڈ پرسن کی حیثیت سے کیا گیا ہے ۔۔

اور یہ حیران کن بات ہے کہ اس کتاب کے آخر میں خود حضرت موسی (علیہ السلام) کی موت کا بیان ہے ۔۔

عامر ثقلین

Godism

جو یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ کتابیں تو ان کی وفات کے بعد کسی اور نے لکھی ہیں --
عزرائیل فرنکسٹائن (آثار قدیمہ کے ماہر؛ آرکیالوجسٹ) یہ بتاتے ہیں کہ تاریخ میں یا ریسرچ میں اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے مصر سے نکل کر کنعان فتح کیا اور وہ کسی صحرا میں رہے، کیوں کہ ان کی اموات کے نشانات یا باقیات اس صحرا میں نہیں ملتے --
عیسائیت میں کچھ کہانیوں کے متعلق بھی ایسے ہی رائے مورخین کی ہے -- چار انجیلوں میں بھی آپس میں اختلاف ہے --
محققین کے مطابق نئے عہد نامے اور پرانے عہد نامے کے واقعات کی تاریخ میں فرق ہے --
بارٹن جو کہ بائبل کے محقق ہیں نے کہا ہے کہ "زنا کرنے والی عورت کو پتھر مارنے کے بارے میں جو کہا گیا ہے کہ اسے وہ پتھر مارے جس نے کبھی خود ایسا گناہ نہیں کیا" (یہ واقعہ پہلے سرے سے موجود نہیں تھا بلکہ بعد میں لکھا گیا ہے) --
ان کتابوں کے تضادات یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا یہ سچ میں الہامی ہیں؟
ہیچیوںنز کرسٹوفر اسلام کو نیا تصور ماننے سے انکار کرتا ہے بلکہ اسے پرانے مذاہب کا مستعار عقیدہ قرار دیتا ہے -- اس میں طوفان نوح کا واقعے یا بت پرستی کی ممانعت کو نئے سانچے میں ڈھال کر بیان کیا گیا ہے مگر یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے --
مصنف کی تنقید قرآن کے صرف عربی زبان پر نازل ہونے پر بھی ہے -- کرسٹوفر کے نزدیک کائنات کے خالق نے اپنا حتمی پیغام صرف ایک عربی زبان تک محدود کیوں رکھا؟

عامر ثقلین

لیکن یہاں پر ایک دلچسپ بات ضمن میں آتی ہے وہ یہ کہ مذہبی طبقہ کے مبلغین کبھی یہ نہیں چاہتے کہ ان کے علاوہ عوام الناس اس کتاب کے اصل ترجمہ کو جانیں یا پڑھیں ۔۔ اگر کوئی انسان ایسا کرتا ہے تو وہ اس کے خلاف ہوجاتے ہیں۔۔

کروسٹوفر اس بات پر بھی اعتراض کرتا ہے کہ عثمان خلیفہ کے دور میں باقی مسودات کو کیوں جلا گیا؟
ابتدائی عربی نستعلیق جب قرآن اترا تو اس میں نقطے بھی نہیں تھے۔ تو اس سے تو ایک ہی لفظ کے کئی مطلب ہوسکتے ہیں ۔۔ اور احادیث کے مشکوک ہونے کے بارے میں بھی ان کی رائے ہے ۔۔ اور وہ کہتا ہے کہ راویوں کی طویل فہرست میں بات کے مشکوک ہونے کا امکان ہوتا ہے۔۔ وہ اس پر بھی اعتراض کرتا ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے وقت جھگڑا کیوں ہوا ۔۔

مورمن مذہب میں جوزف سمتھ نے انیسویں صدی میں دعوی کیا کہ اس پر ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے ۔۔
مصنف نے کہا کہ فرشتے نے اسے سونے کی تختیاں دی ہیں اور وہ اس کے ترجمے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پردے کے پیچھے جادوئی پتھر رکھتا اور اس میں منہ ڈال کر ترجمہ کرواتا ۔۔ اور کسی دوسرے کو وہ تختیاں دیکھنے کی اجازت بھی نہیں تھی ۔۔

Godism

اس نے دھمکی دے رکھی تھی کہ جو شخص تختی دیکھے گا اس کی موت واقع ہوجائے گی --
مورمن مذہب میں کئی الفاظ بائبل سے چوری کیے گئے تھے اور اس میں سیاہ فام لوگوں کے لیے نسل پرستانہ رویہ رکھا گیا ہے --
اور بعد میں جب انسانی حقوق کی بات کی گئی تو مورمن مذہب نے اپنے اصول بدل دیے --
ڈیوڈ ہیون کے نظریہ یہ ہے کہ معجزات کائنات کے اٹل قوانین کی خلاف ورزی ہیں --
کرسٹوفر بائبل میں موجود معجزات پر تنقید کرتا ہے (خاص طور پر مردوں کے زندہ ہونے کے معجزے پر)
ظالم لوگ اپنے ظلم کے لیے غلاموں کو اس بات کا احساس دلاتے تھے کہ یہ الہی مرضی ہے --

کرسٹوفر کے نزدیک پرانی یہودیت میں آگ کے عذاب کا تصور نئی یہودیت کے آگ کے عذاب سے مختلف ہے-- لوگوں کو اتنا خوف زدہ کیا جاتا ہے کہ وہ قدرتی آفات کو خدا کا عذاب سمجھنے لگتے ہیں--
مدر ٹریسا کا فلمی واقعہ (جس سے مدر ٹریسا کو الہامی عورت ماننا شروع کردیا گیا)
کرسٹوفر کے نزدیک اخلاقیات کے لیے مافوق الفطرت مذہب کی ضرورت نہیں -- اخلاقیات کا تعلق انسانی شعور سے ہے --

عامر ثقلین

Godism

کرسٹوفر کے نزدیک مشرقی روحانیت دراصل ایک سراب ہے جسے مغربی محض اپنے مذہب کی بے جا پابندیوں سے تنگ آکر لگاتے ہیں --
ہندو کے مندر کے متعلق مصنف کی رائے یہ ہے کہ یہ سلسلہ روحانیت کے نام سے شروع ہو کر حیاتیاتی دہشت گردی پر ختم ہوتا ہے --
امپیریل ازم میں شہنشاہ کو درجات دینا --
شہنشاہ کے نام پر جان قربان کرنے سے روحانیت کے درجے پر فائز ہونے کا نظریہ --
جدید سائنس کو استعمال کر کے یہودی سرخ گائے تیار کرنے کی لیبارٹری میں کوشش کر رہے ہیں تاکہ تھرڈ ٹیمپل بناتے وقت اس کی قربانی دی جاسکے --
وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے اپنے بیٹے کی قربانی دینے پر راضی ہونے پر اعتراض کرتا ہے --
کرسٹوفر کے نزدیک یہ خدا سے ایسی عقیدت رکھنا جس میں اس طرح کے قتل کا حکم ، درست نہیں ہے --
کرسٹوفر اخلاقیات کے نام پر ایک شخص کے گناہ کی سزا دوسرے شخص کو دینے کے خلاف ہے --
کرسٹوفر کے نزدیک آدم کے گناہ(خطا) کی سزا کے طور پر مسیح کو سولی پر لٹکایا گیا --
تو پھر یہ کیسا اخلاقی نظام ہوگا! جس میں بے گناہ کو مار کر گناہ دھونے کا نظریہ ہو --
بلکہ اسے تو ظلم کہنا چاہیے---

عامر ثقلین

Godism

کرسٹوفر کے نزدیک مذہب کچے اور حساس ذہنوں کی نفسیات کا استعمال کرتا ہے اس کے لیے کرسٹوفر نے (پورٹریٹ آف ینگ مین) کتاب کا حوالہ دیا ہے ۔۔ اس کتاب میں بچوں کی پادری آگ سے ڈراتا ہے ۔۔ کرسٹوفر اسے بچوں پر تشدد قرار دیتا ہے ۔۔

کرسٹوفر کے نزدیک ختنہ کروانے سے اس عضو کی صلاحیت کم ہوتی ہے ۔۔ اور وہ بچیوں کے جسمانی اعضاء کاٹنے کو ان کی جنسی آزادی کے خلاف کہتے ہیں ۔۔

مصنف کے نزدیک اگر انسان پرفکٹ پیدا ہوا ہے تو اس کے جسم کے جز کو کیوں کاٹا جاتا ہے ؟

ہٹلر کے بارے میں کرسٹوفر کی رائے یہ ہے کہ اس نظام میں (ڈکٹیٹر) لیڈر کو ہی خدا کا درجہ دے دیا گیا تھا اس لیے اس نے اپنی مرضی سے جتنے لوگوں کا چاہا قتل کروایا ۔۔ کیوں کہ اس پر تنقید کو جرم قرار دیا گیا ۔۔

فاشزم نظام کے متعلق وہ کہتا ہے کہ چرچ نے اپنے مفادات کے لیے ہٹلر سے معاہدے کر لیے ۔۔

کرسٹوفر کے نزدیک انسان کی بقا تنقیدی سوچ میں ہے ۔۔

عامر ثقلین

کرسٹوفر بلائی (بلیز) پاسکل کے عقیدے سے متفق نہیں ہے ۔۔

بلائی پاسکل کے نزدیک کیوں کہ خدا کو نہیں سمجھا جاسکتا اس لیے عقل مندی اسی میں ہے کہ اسے تسلیم کرلیا جائے۔۔ اگر خدا سچ میں ہوا تو جنت مل جائے گی ۔۔ اگر خدا نہ ہوا تو اس عقیدے کا کوئی نقصان نہیں ۔۔۔

بلیز پاسکل کا نظریہ

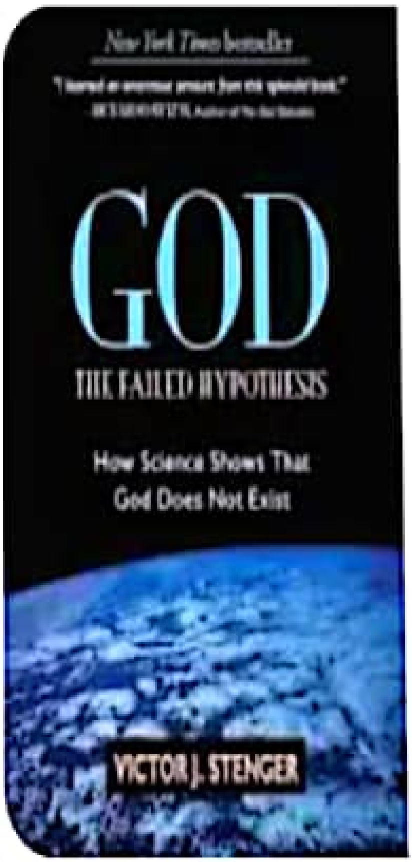
پاسکل کے سب سے مشہور کاموں میں سے ایک پنسیز Pensées) "تصورات")- تھا جو 1670 میں پاسکَل بلیز کے مرنے کے بعد شائع ہوا۔ پنسِیز میں ہمیں وہ تصور ملتا ہے جسے پاسکلز ویجر/ پاسکل کی بازی/داؤ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

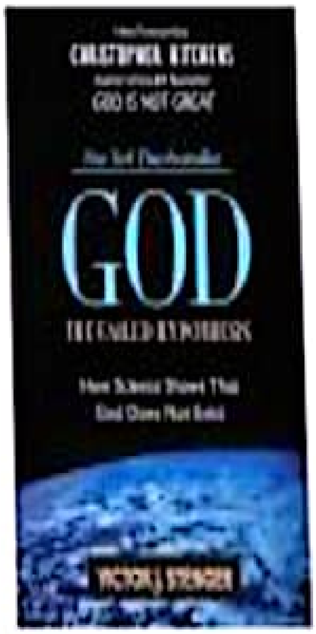
اس داؤ کا خلاصہ یہ ہے کہ پاسکل کے مطابق کوئی شخص صرف عقلی دلیل کے ذریعہ سے خدا کے وجود کا علم نہیں پاسکتا لہٰذا عقلمندی یہ ہے کہ اپنی زندگی اس طور سے گزاریں جیسے خدا موجود ہے کیونکہ ایسی زندگی میں سب کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے اور اِس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ اگر ہم اس یقین کے ساتھ جیتے ہیں کہ خدا موجود ہےاور اگر وہ واقعی موجود ہےتو ہم نے فردوس حاصل کر لی ہے۔ اگر وہ موجود نہیں ہے تو ہم نے کچھ نہیں کھویا۔ دوسری جانب اگر ہم اس یقین کے ساتھ جیتے ہیں کہ خدا موجود نہیں ہے

Godism

مگر وہ حقیقت میں وجود رکھتا ہے تو ہمارے حصے میں جہنم اور سزا ہے اور ہم نے فردوس اور نعمتیں کھو دی ہیں۔ اگر کوئی ان انتخابات پر غور و خوص کرتا ہے تو خدا کے وجود پر یقین کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا منطقی انتخاب کرنا ممکنہ انتخاب میں واضح طور پر بہتر ہے۔ پاسکل نے یہاں تک رائے دی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت کچھ لوگوں میں خدا پر یقین کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ ایسی صورت میں انسان کو اس طور سے زندگی گزارنی چاہیے جیسے وہ خدا پر ایمان رکھتا ہو۔ ممکن ہے کہ کسی شخص کا خُدا کے وجود کے تصور کو اپنا کر زندگی گزارنا اُس میں حقیقی ایمان کا باعث بن جائے۔

عامر ثقلین





Overview

God: The Failed Hypothesis is a 2007 non-fiction book by scientist Victor J. Stenger who argues that there is no evidence for the existence of a deity and that God's existence, while not impossible, is improbable. Wikipedia ›

عامر ثقلین

Godism

لوگوں کی رائے یہ ہے کہ سائنس صرف لیبارٹری تک محدود ہے اور جب خدا کی بات آتی ہے تو وہ اسے خالصتا مذہبی قرار دیتے ہیں --
اگر آپ فرض کریں کہ کوئی ایسا آلہ تیار ہو جائے جو معجزات کو ماپ سکے -- تو یہ بالکل ایسے ہوگا جیسے کوئی سائنس فکشن فلم ہو
--
سٹیفن جے گولڈ (Stephen Jay Gould) کا نان اوور لیپنگ نظریہ، جسے مختصراً NOMA
(Non-Overlapping Magisteria) کہا جاتا ہے، ایک فلسفیانہ تصور ہے جو سائنس اور مذہب کے مابین تعلقات کی وضاحت کرتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق، ان دونوں شعبوں کے دائرہ کار بالکل الگ ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے
--

سائنس یہ بتاتی ہے کہ آسمان کیسے چلتا ہے تو مذہب یہ بتاتا ہے کہ آسمان تک کیسے رسائی ہو

مگر وکٹر جے سٹنگر کی دلیل یہ ہے کہ یہ سمجھوتا زمینی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا--
ہمیں یہاں یہ سمجھنا پڑے گا کہ سائنس حقیقت تک رسائی کے لیے کیسے کام کرتی ہے --
سٹینگر کے مطابق سائنس ماڈل کی بنیاد پر چلتی ہے -- یہ ریاضیاتی ڈھانچے ہوتے ہیں -- جو صرف تجربات اور مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں --

عامر ثقلین

Godism

اور وہ ماڈل اگر مشاہدات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو تو وہ قابل قبول ہوں۔ اسے مستقبل میں تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے ۔۔
سٹینگر خدا کو ایک ماڈل کے طور پر لیا اور کہا کہ خدا کی یہ خصوصیات تمام مذاہب میں موجود ہیں ۔۔
۱ ۔ یعنی وہ ہستی کائنات کی خالق ہے
۲ ۔ وہ اس کے طبعی قوانین بناتی ہے
۳ ۔ وہ انسانی دعاوں کا جواب دیتی ہے
۴ ۔ وہ جب چاہے کائنات کے معاملے میں مداخلت کرسکتی ہے
۵ ۔ وہ اخلاقیات کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے وجود کے شواہد کو انسانوں سے چھپاتی نہیں ہے
یہاں پر مذہبی لوگ رائے دیتے ہیں کہ سائنس چوں کہ مادے پر مبنی ہے اور خدا مافوق الفطرت تو وہ اسے کیسے ماپ سکتی ہے ؟ تو اس کا جواب میں سٹینگر نے کہا ہے کہ مادہ ہر وہ چیز ہے جو ٹکرانے پد ردعمل دے۔۔
اس کے نزدیک اگر کوئی مافوق الفطرت چیز دنیا میں مداخلت کرے تو مادی دنیا میں کوئی تبدیلی رونما ہوگی ۔۔ اور جب ایسا ہوگا تو سائنس کے پاس جدید آلات موجود ہیں ۔۔
لیکن اگر مستقبل میں ایسے شواہد مل جائیں جو ثابت کردیں کہ مافوق الفطرت ہے تو سائنس اس کی تردید نہیں کرسکتی۔۔
سائنس دان اپنی مثال میں کہتے ہیں کہ تین گروپس بنائے جائیں جو بیمار لوگوں کے ہوں۔۔
ان میں سے ایک گروپ کے لیے مذہبی دعائیں کروائی جائیں ۔۔ اگر یہ گروپ باقی گروپ کی نسبت جلد صحت یاب ہوجائے یا اس کے صحت یاب ہونے والے مریضوں کی تعداد باقی دو گروپ سے زیادہ ہو تو سائنس اسے ایک معروضی کے طور پر قبول کرلے گی کہ سچ میں کوئی مافوق الفطرت چیز ہے۔۔

عامر ثقلین

Godism

اس سے علم ہوتا ہے کہ سائنس غیر مادی چیزوں کو جانچنے سے انکار نہیں کرتی۔۔۔
سٹینگر نے غیر معمولی دعوے کو پرکھنے کے لیے پانچ شرائط رکھی ہیں۔
ا۔ کسی بھی چیز کو پرکھنے کا طریقہ کار واضح اور بے نقص ہونا چاہیے
تجربہ کار کو غلطی کا علم ہونا چاہیے(انسانی یا مشینی غلطی کا علم)
۲۔ مفروضے پہلے سے تہہ شدہ ہونے چاہیے
۳۔ اندھے تجربات (بلائنڈنگ) یعنی تجربہ کار سے یہ بات چھپا کر رکھی جائے گی کہ کونسا مریض کس گروپ میں شامل ہے
۴۔ فالزیفلیکیشن (یعنی جس دعوے کو پرکھا جارہا ہے اس میں خود کو غلط ثابت کرنے کی صلاحیت موجود ہونی چاہیے)
۵۔ ریسرچ کسی ایک لیبارٹری تک محدود نہیں رہنی چاہیے ۔۔ (انڈیپنڈنٹ ریپلیکیشن)
اگر تمام جگہوں پر ایک جیسا نتیجہ نہیں نکلتا تو پھر سائنس اسے درست نہیں مانتی ۔۔
اس کی چوتھی شرط کارل پوپر کے تصور سے لی گئی ہے ۔۔
کارل پوپر کا بنیادی تصور تنقیدی عقلیت اور نظریہ تکذیب پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق کسی سائنسی نظریے کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے غلط ثابت کرنے (رد کرنے) کی کوشش کی جانی چاہیے۔ جو نظریہ غلط ثابت ہونے سے بچ جائے، وہی درست ہے ۔۔ کارل پوپر نے یہ نظریہ آسٹرانومی اور آسٹریالوجی میں فرق کرنے کے لیے پیش کیا تھا ۔۔

عامر ثقلین

Godism

پوپر نے کہا تھا کہ علم نجوم والے ایسی گول باتیں کرتے ہیں کہ ان کو جھوٹا ثابت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔۔ اس کے برعکس آئنسٹائن نے واضح طور پر روشنی کے مڑنے کا بارے میں بیان کیا ہے ۔۔

وکٹر نے کہا ہے کہ خدا کے بارے میں مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے تو پھر ہمیں اس مافوق الفطرت کا کوئی ایک بھی قابل قبول ثبوت کیوں نہیں ملتا تو وہ مخصوص مفروضہ فالزیفکیشن مانا جائے گا ۔۔۔ کیوں کہ اصولا یہ ثبوت ہر جگہ موجود ہونا چاہیے تھا ۔۔

سٹینگر نے اپیکیورس کا فلسفہ اپنی کتاب میں لیا ہے ۔۔

برائی کا اپیکیورس کا فلسفہ بنیادی طور پر ایک منطقی استدلال یا تضاد ہے۔ یہ فلسفہ مذہب میں خدا کی صفات اور دنیا میں موجود برائی کے درمیان تعلق پر سوال اٹھاتا ہے ۔۔

کیا خدا برائی کو روکنا چاہتا ہے لیکن روک نہیں سکتا؟ تو وہ قادرِ مطلق نہیں ہے۔

کیا وہ روک سکتا ہے لیکن روکنا نہیں چاہتا؟ تو وہ مہربان یا رحیم نہیں ۔۔

کیا وہ برائی کو روکنا چاہتا بھی ہے اور روک بھی سکتا ہے؟ تو پھر دنیا میں برائی کہاں سے آ گئی؟ کیا وہ نہ روکنا چاہتا ہے اور نہ روک سکتا ہے؟ تو پھر اُسے خدا کیوں کہا جائے؟

عامر ثقلین

Godism

ایسا ہی ایک فلسفہ
پیراڈوکس آف اومنی فلسفہ اور الہیات کا ایک بنیادی منطقی تضاد ہے۔ اس کا بنیادی سوال یہ ہے: "کیا ایک قادرِ مطلق ہستی ایک ایسا پتھر بنا سکتی ہے جسے وہ خود نہ اٹھا سکے؟"

چارلس ڈارون اور سٹینگر ایک ہی کالج کے سٹوڈنٹ رہے ہیں اور ڈارون ولیم بیری کی گھڑی ساز (ڈیزائن) والے نظریہ سے متاثر تھے۔ اور جب چارلس ڈارون نے خود تحقیق کی تو اس کو پتہ چلا کہ دراصل "حیاتیاتی عمل ایک ارتقائی عمل ہے" اور یہ عمل کافی ست اور پیچیدہ ہوتا ہے ۔۔
ڈی این اے میں میوٹیشن ہونا وغیرہ ۔۔ اور خصوصیات آگے اگلی نسل تک ٹرانسفر ہوتی رہتی ہیں ۔۔ اور جو جاندار حالات کا سامنا کر پاتا ہے وہ زندہ رہتے ہیں ۔۔
کچھ ناقدین اسے ایک ایسا مفروضہ کہتے ہیں جسے صحیح یا غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔۔
اور ارتقائی عمل فالزیفکیشن کے عمل پر پورا اترتا ہے کیوں کہ زندگی سادہ سے پیچیدگی کی طرف روانہ ہوئی ہے ۔۔
اور ناقدین یہاں پر ٹرانزیشنل فوسل فیول کا مطالبہ کرتے ہیں ۔۔
اگر انسانی زندگی افریکا سے شروع ہوتی ہے تو اس کے ثبوت بھی افریکا سے ملنے چاہیں ۔۔ اور ماہرین نے اس کے ثبوت بھی اکٹھے کیے ۔۔
بالکل ایسے ہی کائنات بھی ایک ست اور پیچیدہ ارتقائی عمل کے ذریعے بنی ہے ۔۔

عامر ثقلین

Godism

انسان کا ڈی این اے (DNA) کرہ ارض پر موجود کئی جانداروں سے حیرت انگیز حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ ارتقائی تعلق اور حیاتیاتی ساخت کی وجہ سے انسان کا سب سے زیادہ ڈی این اے درج ذیل جانداروں سے ملتا ہے: چیمپینزی اور بونوبو: انسان کے قریبی ترین رشتہ دار ہیں، جن کا ڈی این اے انسانی ڈی این اے سے تقریباً 98.8% تک مماثلت رکھتا ہے

اگوریلا: ان کا ڈی این اے انسان سے تقریباً 98.3% ملتا جلتا ہےا

دیگر بندر: اورنگ اوٹان اور دیگر پرائمیٹ (Primates) کا ڈی این اے بھی انسان سے 96% سے زیادہ مشترک ہوتا ہےا

چوہے اور گلہریاں: انسان اور چوہوں کے جینز میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے، اور ہمارا ڈی این اے چوہوں سے تقریباً 90% تک ملتا ہےابلی اور کتا: پالتو جانوروں میں بلی کا ڈی این اے انسان سے تقریباً 90% اور کتوں کا تقریباً 82% تک مماثلت رکھتا ہےا

کیلے کا پودا: یہ بات کافی دلچسپ ہے کہ انسان اور کیلے کے پودے کے ڈی این اے کا تقریباً 50% حصہ آپس میں ملتا جلتا ہے، کیونکہ دونوں کو جینے کے لیے بنیادی خلیائی نظام کی ضرورت ہوتی ہے

عامر ثقلین

Godism

پھولوں کی پتیاں اور بیج فیبوناکی سلسلے کے ہندسوں (3, 5, 8, 13, 21, 34, 55 وغیرہ) اور سنہری تناسب پر بنائی جاتی ہیں۔ اس قدرتی ریاضی کے تحت ہر پتی اس طرح اگتی ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ سورج کی روشنی اور ہوا مل سکے۔۔
سورج مکھی بھی مادے کے پرنسپل آف لیسٹ ایکشن کے تحت پتیاں بناتا ہے ۔۔

طبیعیات میں کم ترین عمل کا اصول ایک بنیادی نظریہ ہے جس کے مطابق کوئی بھی جسم یا ذرہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کے لیے ہمیشہ وہ راستہ اختیار کرتا ہے جہاں کائنیٹک اور پوٹینشل توانائی کا مجموعی فرق کم سے کم ہو ۔۔

اس اصول کے تحت سٹینگر اسے سادہ ریاضی کا اصول قرار دیتے ہوئے ہیں (کوئی الہامی قدرتی عمل نہیں)

کائنات کے آغاز کے بارے میں سٹینگر ، سٹیفن ہاکنگ کا نو بونڈری نظریہ لیتے ہیں جو درج ذیل ہے ۔
سٹیفن ہاکنگ کا 'نو باؤنڈری' یا 'حدود کے بغیر' کا نظریہ، جسے ان کے ساتھی سائنسدان جیمز ہارٹل کے نام پر ہارٹل-ہاکنگ اسٹیٹ بھی کہا جاتا ہے، کائنات کے آغاز کو سمجھنے کی ایک انقلابی کوشش ہے

عامر ثقلین

Godism

وقت اور کائنات کا آغاز: روایتی بگ بینگ کے نظریے کے مطابق کائنات ایک محدود کثافت والے نقطے سے شروع ہوئی۔ لیکن ہاکنگ کے مطابق، اگر کوانٹم میکینکس کو کائنات کی ابتدا پر لاگو کیا جائے تو یہ نقطہ ختم ہو جاتا ہے۔
کنویں اور قطبِ جنوبی کی مثال: ہاکنگ اکثر اس کی وضاحت زمین کے قطبِ جنوبی کی مثال سے دیتے تھے۔ جس طرح قطبِ جنوبی سے مزید جنوب کی طرف جانا ممکن نہیں اور وہاں 'جنوب' کی اصطلاح بے معنی ہو جاتی ہے، اسی طرح بگ بینگ سے پہلے وقت کا تصور بھی بے معنی ہو جاتا۔۔
خیالی وقت کائنات کی ابتدا کو سمجھنے کے لیے ہاکنگ نے 'حقیقی وقت' کی بجائے 'خیالی وقت' کا تصور پیش کیا۔ اس میں وقت، خلائی طول و عرض کی طرح کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے تحت کائنات چار جہتی (4D) ہموار گنبد کی طرح بن جاتی ہے جس کا کوئی کنارہ یا نقطہ آغاز نہیں ہوتا ہے۔۔
خود مختار کائنات: اس نظریے کی رُو سے کائنات اپنے اندر ہی مکمل اور خود مختار ہے۔ اس کی ابتدا کسی بیرونی قوت یا نقطہ آغاز کی محتاج نہیں، بلکہ یہ اپنی ہی طبیعیاتی اور جیومیٹرک خصوصیات سے وجود میں آئی ہے

عامر ثقلین

Godism

نوبل انعام یافتہ طبیعیات دان فرینک ولچک (Frank Wilczek) کے مطابق، طبیعیات میں کائنات میں "کچھ نہ ہونے" (Nothing) کا تصور روایتی فلسفے سے یکسر مختلف ہے۔ ان کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ مطلق اور مکمل "کچھ نہ ہونے" (یعنی مکمل خالی پن) کا وجود ناممکن ہے

خلا کی مادی حیثیت: کلاسیکی طبیعیات میں خلا کو محض ایک خالی برتن سمجھا جاتا تھا۔ ولچک کا ماننا ہے کہ خلا کوئی "کچھ نہ ہونے" کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ بنیادی کوانٹم میدانوں (Quantum fields) اور توانائی سے بھرا ہوا ایک مادی اور متحرک جال (The Grid) ہے
مستقل سرگرمی: کوانٹم مکینکس کے غیر یقینی اصول (Uncertainty Principle) کے تحت، مکمل طور پر خالی جگہ بھی مسلسل جوش کھا رہی ہوتی ہے۔ اس خلا میں مسلسل مجازی ذرات (Virtual Particles) ادھار کی توانائی پر وجود میں آتے ہیں اور پھر ختم ہو جاتے ہیں ۔۔
عدم کا غیر مستحکم ہونا: قدیم فلسفے کا ایک مشہور سوال تھا: "کچھ نہ ہونے کی بجائے کائنات میں کچھ کیوں موجود ہے؟"۔ ولچک اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "کچھ نہ ہونا (Nothing) غیر مستحکم ہے"۔ یعنی اگر آپ بالکل خالی پن چھوڑ دیں، تو فطری طور پر کوانٹم قوانین کی وجہ سے وہاں سے مادہ اور توانائیاں ابھر آئیں گی ۔۔

عامر ثقلین

Godism

ڈیزائن کا سراب کا بنیادی مقصد اس دعوے کو سائنسی اور ریاضیاتی بنیادوں پر رد کرنا ہے کہ کائنات کے قوانین اس قدر "باریک بینی سے ترتیب دیے گئے" ہیں کہ اس کے پیچھے کسی مافوق الفطرت خالق (خدا) کا ہاتھ ہونا لازمی ہے
سٹینگر بتاتے ہیں کہ مذہبی مفکرین اور کچھ سائنسدان یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر طبیعیات اور کائنات کے بنیادی مستقل میں معمولی سی بھی تبدیلی ہوتی، تو کائنات میں زندگی کا وجود ممکن نہ ہوتا۔ وہ اس دلیل کو سائنسی بنیادوں پر چیلنج کرتے ہیں

سٹینگر نے کمپیوٹر ماڈلز کا استعمال کرتے ہوئے ثابت کیا کہ بہت سے قدرتی پیرامیٹرز ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر ایک مستقل کی قدر میں تبدیلی کی جائے، تو دوسرا مستقل اس کمی کو پورا کر سکتا ہے۔ انہوں نے کمپیوٹر تخروپن کے ذریعے دکھایا کہ مختلف قدرتی قوانین کے ساتھ بھی ایسی بہت سی کائناتیں بن سکتی ہیں جو زندگی کی کسی نہ کسی شکل کو برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔
ایک اہم نکتہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ اگر کائنات کو خاص طور پر انسانوں کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا، تو یہ بہت غیر مؤثر ہے۔ کائنات کا 99.999% حصہ انسانوں یا کسی بھی زندگی کے لیے مکمل طور پر بنجر، زہریلا اور ناقابلِ رسائی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات کو انسانوں کو ذہن میں رکھ کر نہیں بنایا گیا۔

عامر ثقلین

Godism

مصنف بتاتے ہیں کہ جدید طبیعیات اور کاسمولوجی ملٹیورس کے نظریات کی بات کرتی ہے۔ اگر لامحدود تعداد میں کائناتیں موجود ہیں اور ہر کائنات میں طبیعیات کے قوانین مختلف ہیں، تو یہ بالکل ممکن ہے کہ کم از کم ایک کائنات (ہماری کائنات) ایسی ہو جو زندگی کے لیے سازگار حالات رکھتی ہو

وکٹر جے سٹینگر کوانٹم گوڈ کے اس نظریے جو مسترد کرتے ہیں جو ذیل میں بتایا گیا ہے ۔۔ سٹینگر کے مطابق اس نظریے کا کوئی بھی سائنسی ثبوت نہیں ۔۔

کوانٹم گوڈ یا کوانٹم خدا کا نظریہ جدید طبیعیات اور فلسفہ کا ایک ایسا امتزاج ہے جو کوانٹم مکینکس کے عجیب و غریب مظاہر کو الہیات کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق، خدا کائنات سے باہر کوئی الگ وجود رکھنے والی ہستی نہیں، بلکہ خود کائنات، اس کا شعور اور ذیلی جوہری سطح پر موجود توانائی کا مجموعہ ہی خدا کی ایک شکل ہے۔۔

کوانٹم انٹیگلمنٹ اس نظریہ کی بنیاد اس کوانٹم مظہر پر ہے جس کے تحت دو ذرات ایک دوسرے سے اتنے جڑے ہوتے ہیں کہ ایک میں ہونے والی تبدیلی دوسرے پر فوری اثر انداز ہوتی ہے، چاہے وہ کائنات کے مخالف کونے میں ہی کیوں نہ ہوں۔ فلسفی اسے کائنات کی وحدانیت اور مافوق الفطرت ربط کا سائنسی ثبوت قرار دیتے ہیں۔۔

عامر ثقلین

Godism

عدم سے تخلیق کوانٹم ویکیوم میں ذرات بغیر کسی ظاہری وجہ کے عدم سے وجود میں آتے ہیں۔ اس مظہر کو خالق کی مسلسل تخلیقی قوت کے استعارے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔
مشاہدے کا کردار کوانٹم فزکس میں کسی ذرے کی حالت کا تعین اس کے مشاہدہ پر منحصر ہوتا ہے۔ اس فلسفے کے ماننے والوں کے نزدیک یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ کائنات بنیادی طور پر شعور پر مبنی ہے، جو کہ خدائی شعور کا ہی حصہ ہے۔۔۔
فائن ٹیوننگ کے نظریے کو سٹینگر ایک مغالطہ کہتے ہیں جو کہ نیچے دیا گیا ہے ۔۔
فائن ٹیوننگ کا نظریہ فلکیات اور فلسفے کا ایک مشہور نظریہ ہے جس کے مطابق کائنات کے ابتدائی طبیعیاتی قوانین اور مستقلات اس قدر درست اور کامل ہیں کہ ان میں معمولی سا فرق بھی پوری کائنات میں زندگی کے وجود کو ناممکن بنا دیتا ہے۔اس نظریے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:طبیعیاتی مستقلات روشنی کی رفتار، کشش ثقل کی طاقت، اور برقی مقناطیسی قوت جیسے عوامل انتہائی درست تناسب پر سیٹ ہیں۔سائنسی تناظر: سائنس دانوں (جیسے ماہرِ فلکیات لیوک بارنس) کے مطابق اگر ان مستقلات میں \(\frac{1}{10^{60}}\) جتنا بھی ردوبدل ہوتا، تو کائنات بننے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی یا ستارے اور سیارے وجود میں نہ آتے۔۔

عامر ثقلین

Godism

سٹینگر کے نزدیک فائن ٹیونگ کا نظریہ ایک سائنسی حقیقت نہیں بلکہ مغالطہ ہے۔ ان کا موقف ہے کہ کائنات کی طبیعیاتی خصوصیات کو انسانی زندگی کے لیے خاص طور پر ترتیب نہیں دیا گیا، اور اس نظریے کو مذہبی یا مافوق الفطرت مقاصد کے لیے استعمال کرنا سائنسی حقائق کی غلط تشریح ہے۔

سٹینگر کا ماننا تھا کہ فائن ٹیونگ کے حامیوں کی یہ سوچ غیر سائنسی ہے کہ صرف کاربن پر مبنی زندگی ہی ممکن ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اگر طبیعیاتی مستقل کی قدروں میں تبدیلی کی جائے، تو کوئی اور عجیب و غریب یا مختلف شکل کی حیات پنپ نہیں سکتی ۔۔

خود کار ضابطہ ان کے مطابق کائنات کے کئی اہم طبیعیاتی مستقل (کائنات کے پھیلاؤ کی شرح) ایسے قوانین کے تحت کام کرتے ہیں جو قدرتی طور پر خود کو منظم کر لیتے ہیں۔ انہیں کسی نگران کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سٹینگر دلیل دیتے ہیں کہ طبیعیات کے بہت سے بنیادی اصول اور قدرتی قوانین پہلے سے طے شدہ ہیں (جیسے توانائی کا تحفظ)۔ لہٰذا، بنیادی طبیعیات میں ردوبدل کی گنجائش اتنی وسیع نہیں جتنا حامی دعویٰ کرتے ہیں۔۔

ان کا مؤقف ہے کہ اگر کائنات اتنی ہی "انسان دوست" ہوتی، تو یہ انسان کے رہنے کے لیے زیادہ سازگار ہوتی، کیونکہ زمین کا بہت کم حصہ انسانوں یا جانداروں کے لیے قابل رہائش ہے جبکہ باقی کائنات بے کار اور انسانوں کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔۔

عامر ثقلین

Godism

تحقیق کے مطابق، اگر کائنات کے پیرامیٹرز کو تھوڑا سا تبدیل کر دیا جائے، تب بھی کائنات مکمل طور پر بے جان نہیں رہتی بلکہ مختلف طریقوں سے نظام چل سکتا ہے۔

تحقیق کے مطابق، اگر کائنات کے پیرامیٹرز کو تھوڑا سا تبدیل کر دیا جائے، تب بھی کائنات مکمل طور پر بے جان نہیں رہتی

..

سٹینگر کے مطابق، "ممکن خدا" اور "ناممکن خدا" نے اس نظریے کو سائنسی اصولوں کی روشنی میں پیش کیا ہے: ممکن خدا: سٹینگر کے نزدیک یہ وہ خدا ہے جس کا وجود سائنسی قوانین کی نفی نہیں کرتا اور کائنات کے مشاہدات سے مطابقت رکھتا ہے۔ چونکہ اس خدا کے وجود کو سائنس براہ راست غلط ثابت نہیں کر سکتی، اس لیے اسے منطقی یا سائنسی طور پر "ممکن" تو کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کے حق میں کوئی سائنسی ثبوت موجود نہیں

ہے۔ناممکن خدا: یہ وہ روایتی خدا ہے جو کائنات میں براہ راست مداخلت کرتا ہے، معجزات دکھاتا ہے، دعائیں سنتا ہے اور انسانوں کی اخلاقی رہنمائی کرتا ہے۔ سٹینگر کے مطابق، کائنات کا موجودہ سائنسی نظام ایسے کسی بھی خدا کی گنجائش نہیں دیتا، اس لیے اس قسم کا خدا سائنسی اور منطقی طور پر "ناممکن" ہو جاتا ہے۔

عامر ثقلین

Godism

سٹینگر کے مطابق، ہماری اخلاقی اقدار خدا سے نہیں آتیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ اخلاقیات فطری اور ارتقائی عمل کا نتیجہ ہیں۔ وہ اس بات کو مسترد کرتے ہیں کہ معاشرے کے درست اور غلط اصول کسی ماورائی طاقت یا مذہبی الہام سے وجود میں آئے ہیں
--

الہام کے بارے سٹینگر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ایک ناکام مفروضہ ہے
١ - مذہبی لوگوں نے آج تک کوئی ایسی معلومات نہیں دی جو دنیا کو پہلے سے معلوم نہ ہو
٢ - قدیم الہامی صحیفوں میں کائنات کی ساخت کے بارے میں صریح غلطیاں ہیں --
٣ - الہامی صحیفوں میں خطرناک پیشین گوئی کے بارے میں کوئی ایسی بات درج نہیں ہے جو وقت پر پوری اتری ہو--

Godism

ETHICA

Ordine Geometrico demonstrata,

ET

In quinque Partes distincta, in quibus agitur,

I. De Deo.
II. De Naturâ & Origine Mentis.
III. De Origine & Naturâ Affectuum.
IV. De Servitute Humanâ, seu de Affectuum Viribus.
V. De Potentia Intellectus, seu de Libertate Humanâ.

عامر ثقلين

Godism

اسپینوزا کی اصل کتاب میں ریاضیاتی اصول لیے گئے ہیں اور اس پر ناقدین کی مختلف آراء ہیں ۔۔

اس کتاب کے متعلق جو بھی مواد بندہ ناچیز کو ملا اور جو مواد عام قارئین کی سمجھ میں آسکے اسے بندہ ناچیز نے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے ۔۔

اسپینوزا کی کتاب "اخلاقیات" (Ethics) میں اقلیدس کا طریقہ کار استعمال کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا اصل لاطینی نام Ethica, ordine geometrico demonstrata ہے، جس کا مطلب "اخلاقیات، ہندسی ترتیب سے ثابت شدہ" ہے۔اس کتاب میں اسپینوزا نے فلسفیانہ اور اخلاقی مسائل کو بالکل ریاضیاتی انداز میں پیش کیا ہے۔۔

اسپینوزا کے نزدیک جوہر (Substance) وہ حقیقتِ مطلق ہے جو اپنے وجود کے لیے کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں صرف ایک ہی جوہر ہے، اور اسی جوہرِ کامل کو اسپینوزا "خدا" یا "فطرت" کہتا ہے ۔۔

جوہر وہ بنیادی وجود ہے جو خود قائم بالذات ہے اور اسے سمجھنے کے لیے کسی اور شے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔ جوہر لامحدود ہے کیونکہ اگر یہ محدود ہوتا، تو اسے کسی بیرونی چیز سے محدود ہونا پڑتا، جو کہ جوہر کے تصور کے خلاف ہے۔خدا اور کائنات ایک ہیں: اسپینوزا کے نزدیک کائنات کی تمام اشیاء، انسان اور مناظر اسی ایک جوہر (خدا) کی مختلف عارضی شکلیں اور حالتیں ہیں اس واحد جوہر کی لامحدود صفات ہیں، جن میں سے انسان صرف دو بنیادی صفات کو سمجھ سکتا ہے: شعور اور مادّہ ہیں۔۔

عامر ثقلین

Godism

اسپینوزا کے فلسفے میں منطقی ساخت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس نے اپنی پوری فلسفیانہ نظام کو ہندسہ (Geometry) کے طریقہ کار پر استاد کیا ہے۔ اس کی سب سے اہم کتاب "اہتھیکا" (Ethics) بالکل یوکلڈ کی جیومیٹری کی طرح تعریفوں، مسلمات، قضیوں اور ثبوتوں پر مشتمل ہے۔

اسپینوزا کی منطقی ساخت کو تین بنیادی سطحوں پر سمجھا جا سکتا ہے:

1. خارجی منطقی ڈھانچہ (External Method) – ہندسیاتی طریقہ

یہ اسپینوزا کی پیش کش کا ظاہری انداز ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ چونکہ فلسفہ کلی حقائق سے سروکار رکھتا ہے، اس لیے اسے ریاضی کی طرح استخراجی (Deductive) ہونا چاہیے۔ "اہتھیکا" کی ساخت کچھ یوں ہے:

· تعریفات (Definitions): بنیادی اصطلاحات کا واضح تعین (جیسے جوہر، وصف، حال)۔

· مسلمات (Axioms): وہ خود واضح سچائیاں جنہیں ثبوت کی ضرورت نہیں (جیسے "جو کچھ بھی ہے، وہ اپنے آپ میں ہے یا کسی اور میں")۔

· قضیے (Propositions): وہ نتائج جو تعریفات اور مسلمات سے منطقی طور پر اخذ کیے جاتے ہیں۔

· ثبوت (Proofs): ہر قضیے کو پہلے سے ثابت شدہ قضیوں یا مسلمات کی روشنی میں سختی سے منطقی انداز میں ثابت کیا جاتا ہے۔

حواشی (Scholia): قضیوں کے بعد اضافی وضاحتیں اور تشریحات۔

عامر ثقلین

Godism

اس کا مقصد جذبات، خدا، اور انسانی غلامی جیسے موضوعات کو ریاضی کی طرح غیر جانبدارانہ اور ناقابلِ تردید بنانا تھا۔

2. داخلی مابعدالطبیعاتی منطق (Internal Logic) – وجوبیت

اسپینوزا کے نظام کی اصل طاقت اس کی وجوبیت (Necessitarianism) کی منطق ہے۔ اس کے نزدیک کائنات میں کوئی چیز اتفاقی (Contingent) نہیں ہے۔ ہر چیز خدا کے جوہر سے اسی طرح لازم آتی ہے جس طرح مثلث کے تصور سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کے تین زاویوں کا مجموعہ 180 درجے ہو۔

اس منطقی ساخت کے دو اہم اصول ہیں:

· کافی سبب کا اصول (Principle of Sufficient Reason): ہر چیز کے وجود یا عدم وجود کی ایک لازمی وجہ یا دلیل ہونی چاہیے۔ اگر کوئی چیز موجود نہیں ہے، تو اس کے نہ ہونے کی بھی ایک منطقی وجہ ہے۔

· خدا فطرت ہے (Deus sive Natura): خدا کوئی ماورائی ہستی نہیں بلکہ خود فطرت ہے، جو اپنے قوانین کے تحت مجبور ہے۔ خدا کی قدرت اور فطرت کے قوانین ایک ہی چیز ہیں۔

3. ذہنی تصورات کی منطق (Logic of Ideas) – توازی

اسپینوزا کے لیے "تصور" (Idea) محض ایک خیال نہیں بلکہ ذہن کا ایک متحرک عمل ہے۔ اس کی منطقی ساخت میں فکر اور وسعت ایک ہی حقیقت کے دو متوازی پہلو ہیں۔

سچائی کا معیار:
اسپینوزا ایک دلچسپ منطقی دعویٰ کرتے ہیں: "سچائی اپنی اور جھوٹ کی معیار ہے۔" جس طرح روشنی اپنے آپ کو اور اندھیرے کو ظاہر کرتی ہے، اسی طرح ایک درست تصور رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اسے درست تصور ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ غلط تصور میں کیا کمی ہے۔

ناکافی تصورات (Inadequate Ideas):
اسپینوزا کی منطق میں غلطی یا جھوٹ "عدم" کی ایک شکل ہے۔ جب ہم کسی چیز کا جزوی یا بگڑا ہوا تصور رکھتے ہیں (مثلاً یہ ماننا کہ سورج زمین سے چند سو میٹر دور ہے کیونکہ ہم اسے چھوٹا دیکھتے ہیں)، تو یہ منطقی نقص ہے۔ آزادی (نجات) کا مطلب ہے اپنے تصورات کو ناکافی سے کافی بنانا، یعنی چیزوں کو زمان و مکان کی ابدی نظر (Sub specie aeternitatis) سے دیکھنا۔

Godism

اسپینوزا کا خدا کا تصور ہی اس کے پورے نظام کی بنیاد ہے۔ اس کے خدا کو سمجھنا اکثر مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ روایتی مذاہب کے خدا سے یکسر مختلف ہے۔ اسپینوزا کے خدا کو اس کے مشہور جملے "خدا یا فطرت" (Deus sive Natura) سے بہترین طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔
یہاں اس تصور کی چار بنیادی جہتیں ہیں:

1. واحد اور لامتناہی جوہر (The One Infinite Substance)
اسپینوزا کی مابعدالطبیعات کی بنیاد یہ تعریف ہے کہ جوہر (Substance) وہ چیز ہے جسے وجود کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے نزدیک، ایسی صرف ایک ہی شے ہو سکتی ہے، اور وہ خدا ہے۔

· کیوں صرف ایک؟ اگر دو جوہر ہوتے، تو وہ ایک دوسرے کو محدود کرتے، اور پھر کوئی بھی لامتناہی نہ ہوتا۔ اس لیے خدا واحد، لامتناہی اور ہر جگہ موجود ہے۔

· سببِ ذات (Causa Sui): خدا کا جوہر ہی اس کا وجود ہے۔ اس کا وجود لازمی ہے، جس طرح مثلث کی فطرت سے اس کے تین زاویے لازم آتے ہیں۔ خدا کو "موجود نہ ہونے" کا تصور کرنا منطقی طور پر محال ہے۔

عامر ثقلین

2. خدا فطرت ہے (Deus sive Natura)

یہ اسپینوزا کے فلسفے کا سب سے انقلابی اور متنازعہ پہلو ہے۔ وہ خدا کو کائنات سے ماورا (Transcendent) کوئی شخصیت نہیں مانتا بلکہ خدا ہی کائنات ہے۔ اس کی دو بنیادی صورتیں ہیں:

· خالق فطرت (Natura Naturans): فاعل پہلو، یعنی خدا بطور ایک فعال، تخلیقی قوت یا جوہر۔ یہ وہ آزادانہ اور لازمی اسباب ہیں جو ہر چیز کی بنیاد ہیں۔

· مخلوق فطرت (Natura Naturata): منفعل پہلو، یعنی وہ سب کچھ جو خدا کی فطرت سے بطور لازمہ نکلتا ہے (دنیا، اشیاء، انسان، خیالات)۔

اسپینوزا کائنات کو خدا کی "تخلیق" نہیں بلکہ خدا کا "اظہار" یا "ظہور" مانتا ہے۔ یہ ایک ایسا خدا ہے جو ہر چیز میں سرایت کیے ہوئے ہے

Pantheis-m()

3. لامتناہی اوصاف (Infinite Attributes)

خدا (جوہر) اپنا اظہار لامتناہی طریقوں سے کرتا ہے، لیکن انسان صرف دو اوصاف (Attributes) کو جان سکتا ہے

فکر (Thought): ذہن، خیالات اور شعور کی دنیا۔

· وسعت (Extension): مادہ، جسم اور طبیعیاتی دنیا۔

عامر ثقلین

یہ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں، جیسے ایک ہی سکے کے دو رخ۔ آپ کا جسم اور آپ کا ذہن دو الگ چیزیں نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی وجود ہے جسے فکر کے وصف کے تحت "ذہن" اور وسعت کے وصف کے تحت "جسم" کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ یہ مسئلۂ ذہن و جسم (Mind-Body Problem) کا ایک انوکھا حل ہے۔

4. مشیت اور معجزات کا انکار

اسپینوزا کا خدا نہ تو کوئی "منصوبہ" رکھتا ہے، نہ "ارادہ"، اور نہ ہی "محبت یا نفرت" جیسے انسانی جذبات۔ اس کے نزدیک یہ صفات خدا پر تھوپنا توہم پرستی ہے۔

· کوئی غایت نہیں (No Final Causes): خدا کسی مقصد کے لیے کام نہیں کرتا۔ فطرت میں چیزیں "کیوں" ہوتی ہیں، یہ سوال غلط ہے۔ صرف یہ سوال درست ہے کہ وہ "کیسے" اور کن لازمی قوانین کے تحت ہوتی ہیں۔ آنکھ دیکھنے کے لیے نہیں بنی، بلکہ ہم دیکھتے ہیں کیونکہ آنکھ ہے۔

· معجزات محال ہیں: اگر خدا فطرت ہے اور فطرت کے قوانین خدا کے اپنے لازمی احکام ہیں، تو معجزہ (قانون فطرت کی خلاف ورزی) کا مطلب ہوگا کہ خدا اپنی ہی فطرت کے خلاف جا رہا ہے، جو کہ منطقی طور پر ناممکن ہے۔ جسے ہم معجزہ کہتے ہیں، وہ محض ایک ایسا واقعہ ہے جس کی فطتی وجوہات سے ہم لاعلم ہیں۔

Godism

اسپینوزا کو اکثر "خدا کا نشے میں دھت عاشق" (نوودالیس کا قول) یا ملحد کہا جاتا تھا۔ درحقیقت، وہ خدا کے تصور کو اتنا وسیع کر دیتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مترادف بن جاتا ہے۔ اس کا خدا وہ لامتناہی، غیر شخصی اور منطقی نظام ہے جس کے ہم سب حصے ہیں۔ اس نظام میں، خدا سے محبت کا مطلب فطرت اور کائنات کے لازمی قوانین کو عقلی طور پر سمجھنا اور ان سے ہم آہنگ ہو جانا ہے، جسے وہ "خدا کی عقلی محبت" (Amor Dei Intellectualis) کہتا ہے۔

یہ کوئی جذباتی عقیدت نہیں بلکہ کائنات میں اپنے مقام کا عقلی اور سائنسی ادراک ہے، جسے حاصل کر کے انسان حقیقی آزادی اور نجات (سعادتِ ابدی) پاتا ہے۔

اسپینوزا کا ذہن اور جسم کا نظریہ ان کے فلسفے کا ایک مرکزی اور انتہائی انقلابی حصہ ہے، جو مغرب میں رائج ڈیکارٹی (Cartesian Dualism) کے بالکل برعکس ہے۔ ڈیکارٹ کے نزدیک ذہن اور جسم دو الگ جوہر ہیں جو ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن اسپینوزا اسے ایک بنیادی غلطی سمجھتا ہے۔

عامر ثقلین

اسپینوزا کا حل توازی (Parallelism) یا زیادہ باریک بینی سے، ایک ہی شے کی دو صفاتی تعبیر ہے۔ یہاں اسے پانچ اہم نکات میں سمجھا جا سکتا ہے:

1. ایک شے، دو اوصاف (One Thing, Two Attributes)

اسپینوزا کے نزدیک، انسان کوئی "مرکب" نہیں ہے جس میں دو الگ چیزیں (روح اور جسم) جوڑی گئی ہوں۔ بلکہ انسان ایک واحد شے ہے جس کا اظہار خدا (جوہر) کے دو اوصاف کے تحت ہوتا ہے:

- فکر کے وصف کے تحت: یہ شے ذہن (Mind) ہے۔
- وسعت کے وصف کے تحت: یہی شے جسم (Body) ہے۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک ہی لکیر کو کبھی مقعر (Concave) اور کبھی محدب (Convex) کہا جائے۔ آپ کا جسم اور آپ کا ذہن دو حقیقتیں نہیں، ایک ہی حقیقت کو دو مختلف زاویوں سے دیکھنا ہے۔

2. نفسی جسمانی توازی (Psychophysical Parallelism)

چونکہ یہ ایک ہی چیز ہے، اس لیے ان کے درمیان کوئی علیتی تعامل (Causal Interaction) نہیں ہے۔ ذہن جسم کو حرکت نہیں دیتا، اور نہ ہی جسم ذہن میں کوئی خیال پیدا کرتا ہے۔

اسپینوزا کا مشہور قول ہے:

"خیالات کا نظام اور ترتیب وہی ہے جو اشیاء کا نظام اور ترتیب ہے۔"

عامر ثقلین

اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ بھی جسم میں بطور حرکت و سکون کے واقع ہوتا ہے، ٹھیک وہی کچھ ذہن میں بطور تصور (Idea) کے واقع ہوتا ہے۔

· جب آپ کی انگلی میں سوئی چبھتی ہے (جسمانی واقعہ)، تو بیک وقت آپ کے ذہن میں درد کا تصور پیدا ہوتا ہے (ذہنی واقعہ)۔

· یہ نہیں کہ سوئی چبھنے سے درد پیدا ہوا، بلکہ یہ ایک ہی واقعے کی دو متوازی جہتیں ہیں۔

3. ذہن، جسم کا تصور ہے (The Mind is the Idea of the Body)

یہ اسپینوزا کا سب سے پیچیدہ اور گہرا نکتہ ہے:

انسانی ذہن اس مخصوص جسم کا تصور ہے جو حقیقت میں موجود ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ ذہن کوئی خالی سلیٹ یا آزاد روح نہیں ہے۔ ذہن کا پورا وجود اپنے جسم کی حالتوں کو جاننا ہے۔ آپ کا ذہن آپ کے جسم کا شعور ہے۔ جیسے جیسے آپ کا جسم دوسرے اجسام سے ٹکراتا اور متاثر ہوتا ہے، آپ کے ذہن میں ان اثرات کے تصورات بنتے رہتے ہیں۔ یہی تصورات ہمارے خیالات، احساسات اور جذبات کی بنیاد ہیں۔

4. جسم کی پیچیدگی اور ذہن کی قوت

اسپینوزا ایک اہم اصول وضع کرتا ہے:

جسم جتنا زیادہ پیچیدہ اور متحرک ہوگا (یعنی جتنے زیادہ طریقوں سے وہ دوسرے اجسام کو متاثر اور ان سے متاثر ہو سکتا ہے)، ذہن اتنا ہی زیادہ ادراک کرنے کے قابل ہوگا۔

یہاں وہ جسم کو ذہن سے کمتر نہیں سمجھتا۔ ایک مضبوط، لچکدار اور فعال جسم رکھنے والا شخص ایک کمزور جسم والے شخص سے زیادہ واضح اور کافی تصورات رکھے گا۔ یہ ایک انتہائی جدید اور عملی نظریہ ہے جو جسمانی صحت اور ذہنی وضاحت کو براہ راست جوڑتا ہے۔

5. ناکافی تصورات اور جذبات کا منطقی انجام

اس نظام کی بدولت اسپینوزا انسانی جذبات کی حیران کن منطقی وضاحت کرتا ہے:

· ناکافی تصور (Inadequate Idea): جب ہمارا جسم کسی بیرونی شے سے متاثر ہوتا ہے، تو ہمارا ذہن اس اثر کا تصور تو رکھتا ہے، لیکن اس اثر کی مکمل وجوہات کو نہیں جانتا۔ یہ ادھورا تصور ہی جذبہ (Passion) ہے۔

مثال: آپ کو غصہ آتا ہے کیونکہ کوئی آپ سے جھوٹ بولتا ہے۔ آپ کے جسم کی حالت بدلی، اور آپ کا ذہن اسے غصے کے طور پر محسوس کرتا ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ اس شخص کے جھوٹ بولنے کے اسباب کیا تھے۔ یہ لاعلمی غصے کو بڑھاتی ہے۔

· آزادی: آزادی کا مطلب جسم سے آزاد ہونا نہیں ہے (کیونکہ یہ ناممکن ہے) بلکہ اپنے جسم کے اثرات کے بارے میں ناکافی تصورات کو کافی تصورات میں بدلنا ہے۔ یعنی یہ سمجھنا کہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ کلی فطرت کے لازمی قوانین کا حصہ ہے۔

ایک اہم نتیجہ: موت اور لافانیت

اسپینوزا کے نزدیک، موت کے بعد ذاتی بقا کا کوئی سوال نہیں۔ جب جسم (وسعت کے تحت وہ شے) ٹوٹ جاتا ہے، تو اس کا مخصوص تصور (یعنی آپ کا ذہن) بھی ختم ہو جاتا ہے۔

تاہم، وہ "ابدیت" (Eternity) کی بات کرتا ہے۔ ذہن کا ایک حصہ ابدی ہے، اور وہ ہے اس کا خدا کا تصور۔ جب آپ کافی تصورات حاصل کرتے ہیں اور چیزوں کو فطرت کے ابدی قوانین کے تحت سمجھتے ہیں، تو آپ کا ذہن ان ابدی سچائیوں کے ساتھ یکجا ہو جاتا ہے۔ یہی اسپینوزا کے نزدیک "نجات" ہے—اپنی انفرادی خودی سے نکل کر فطرت (خدا) کے کلی نظام کا شعوری حصہ بن جانا۔

یہ اسپینوزا کے فلسفے کا وہ عملی اور وجودی مرکز ہے جہاں اس کی بظاہر خشک منطق اور مابعدالطبیعات، براہِ راست انسانی زندگی اور نفسیات سے جا ملتی ہے۔ اس نے اپنی کتاب "ایتھیکا" کے حصہ چہارم کا عنوان ہی "انسانی غلامی" (De Servitute Humana) رکھا ہے۔

اسپینوزا کے نزدیک، غلامی سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان اپنے جذبات (Passions) کے قبضے میں ہو کر اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ ہمارے تصورات کی نامکملیت ہے۔

اس نظریے کو تین بنیادی اصولوں میں سمجھا جا سکتا ہے:

1. جذبات کی ماخذ: ناکافی تصورات

اسپینوزا کے لیے جذبہ اور عقل کے درمیان لڑائی نہیں ہے۔ جذبہ بذاتِ خود ایک فطری اور منطقی شے ہے۔ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہمارے پاس ناکافی تصورات (Inadequate Ideas) ہوتے ہیں۔

· منفعل جذبات (Passions): جب ہم کسی چیز کی جزوی وجہ ہوتے ہیں۔ یعنی ہمارے ساتھ کچھ ہوتا ہے، اور ہم اس کی مکمل وجوہات کو نہیں سمجھتے۔

· فعال جذبات (Actions): جب ہم کسی واقعے کی کلّی اور کافی وجہ ہوتے ہیں، یعنی ہم عقل کی روشنی میں کام کرتے ہیں۔

غلامی کا طریقۂ کار کچھ یوں ہے:
ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں کیونکہ ہمیں اپنی خواہشات کا شعور ہے، لیکن ہم ان اسباب سے ناواقف ہیں جو ان خواہشات کو پیدا کرتے ہیں۔
ایک شرابی سمجھتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے شراب پیتا ہے، جبکہ وہ اپنے جسم کی اس طلب کا غلام ہے جس کے اسباب کو وہ نہیں جانتا۔

2. بنیادی جذبہ: قوتِ بقا (Conatus)

تمام جذبات کی جڑ ایک بنیادی قوت ہے جسے اسپینوزا کوناتُس (Conatus) کہتا ہے۔
"ہر شے، جہاں تک اس کا اپنا اختیار ہے، اپنے وجود میں قائم رہنے کی کوشش کرتی ہے۔"
یہ کوئی شعوری خواہش نہیں بلکہ وجود کی فطری اٹل طاقت ہے۔ انسان میں، جب اس کوناتس کا تعلق صرف جسم سے ہو تو اسے خواہش (Appetite) کہتے ہیں، اور جب اس کا شعور بھی شامل ہو تو اسے آرزو (Desire) کہتے ہیں۔ آرزو ہی انسان کا اصل جوہر ہے۔
اس ایک بنیادی آرزو سے تین بنیادی جذبات جنم لیتے ہیں، اور باقی تمام جذبات انہی سے مل کر بنتے ہیں:

خوشی (Joy): جب کسی چیز سے ہماری قوتِ عمل میں اضافہ ہو۔

· غم (Sadness): جب کسی چیز سے ہماری قوتِ عمل میں کمی آئے۔

· آرزو (Desire): خود قوتِ بقا کا شعوری اظہار۔

3. غلامی کا طریقۂ کار: محبت، نفرت اور تقلید

اسپینوزا جذبات کی ہندساتی ساخت پیش کرتا ہے۔ اس کی نفسیات کا مرکز تداعی (Association) اور تقلید (Imitation) ہے۔

· محبت اور نفرت: محبت کسی بیرونی شے کے تصور کے ساتھ جڑی خوشی ہے۔ نفرت کسی بیرونی شے کے تصور کے ساتھ جڑا غم ہے۔ ہم فطری طور پر اس چیز سے محبت کرتے ہیں جسے ہم اپنی خوشی کا سبب سمجھتے ہیں، چاہے وہ اصل سبب نہ بھی ہو۔ یہی ناکافی تصور کی بدولت غلامی کا آغاز ہے۔

· جذبات کی تقلید (Imitation of Affects): یہ ایک انتہائی اہم تصور ہے۔ اگر ہم کسی ایسی شے کا تصور کریں جو ہماری مانند ہے (یعنی دوسرا انسان) اور وہ کسی جذبے کا شکار ہے، تو ہم بھی ویسا ہی جذبہ محسوس کریں گے۔ اسی سے ہمدردی (Pity) اور رحمدلی (Compassion) پیدا ہوتی ہے، لیکن اسی سے حسد، انتقام اور خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ غلامی کی حالت میں انسان کا جذباتی سمندر دوسروں کے جذبات کی لہروں سے مسلسل متلاطم رہتا ہے۔

Godism

4. جذبات کا علاج: عقل کی روشنی میں سمجھنا

اسپینوزا جذبات کو دبانے یا انکار کرنے کی وکالت نہیں کرتا۔ اس کا مشہور قول ہے:

"ایک جذبے کو صرف ایک دوسرا، زیادہ طاقتور جذبہ ہی روک یا ختم کر سکتا ہے۔"

علم بذاتِ خود جذبے پر اس وقت تک قابو نہیں پا سکتا جب تک وہ خود ایک جذبہ نہ بن جائے۔ اسپینوزا اسے "خدا کی عقلی محبت" (Amor Dei Intellectualis) کہتا ہے۔ یہ غلامی سے نکل کر آزادی کی طرف جانے کا عمل ہے، جس کے تین مراحل ہیں:

1. جذبے کو سمجھنا: جیسے ہی ہم کسی غم یا غصے کا واضح اور ممتاز تصور (Clear and Distinct Idea) بنا لیتے ہیں، یعنی اسے فطرت کے لازمی اسباب کے سلسلے میں دیکھنے لگتے ہیں، تو وہ جذبہ ہونا بند ہو جاتا ہے۔ وہ ایک "تکلیف" سے ایک "حقیقت" میں بدل جاتا ہے۔

2. وجوب کو دیکھنا: ہم سمجھ جاتے ہیں کہ جس انسان نے ہمیں نقصان پہنچایا، وہ بھی اپنی فطرت اور اسباب کی زنجیر میں بندھا ہوا مجبور تھا۔ یہ سوچ کر غصہ تحلیل ہو جاتا ہے۔

3. فعال جذبات پیدا کرنا: جب ہم عقل کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، تو ہم ہمیشہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوتے ہیں جو تمام انسانوں کے لیے مشترکہ طور پر مفید ہوں۔ یہ خوشی کی ایک ایسی حالت ہے جو کسی بیرونی، فانی شے پر منحصر نہیں، بلکہ فطرت (خدا) کی ابدی سمجھ پر منحصر ہے۔

عامر ثقلین

Godism

اسپینوزا کے پورے نظام فلسفہ کی معراج ہے۔ "اخلاقیات" (Ethics) کی آخری منزل "انسانی آزادی" (De Libertate Humana) کے بارے میں ہے۔ اسپینوزا کے نزدیک، عقل کی طاقت اور انسانی آزادی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ یہ آزادی انتخاب کی آزادی (Free Will) نہیں بلکہ فہم اور ادراک کی آزادی ہے۔

اس نظریے کو چار بنیادی ستونوں میں سمجھا جا سکتا ہے:

1. آزادی کا مطلب: ضرورت کو سمجھنا

یہ اسپینوزا کی سب سے بنیادی اور الٹی لگنے والی دلیل ہے۔ عام طور پر آزادی کا مطلب "جو چاہو کرو" لیا جاتا ہے، لیکن اسپینوزا کہتا ہے کہ یہ حقیقتاً غلامی ہے کیونکہ تمہاری "چاہت" خود ان اسباب کا نتیجہ ہے جن سے تم ناواقف ہو۔

اسپینوزا کے لیے:

· کوئی شخص آزاد ہے اگر وہ صرف عقل کی رہنمائی میں کام کرے۔

· غلامی: جذبات (Passions) کے تابع ہو کر کام کرنا، جہاں ہم بیرونی اسباب کے محرکات کو اپنی مرضی سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں۔

· آزادی: یہ سمجھ لینا کہ ہر شے، بشمول میرے اپنے وجود کے، خدا (فطرت) کی لازمی فطرت سے نکلی ہے۔ جب میں یہ سمجھ کر کوئی کام کرتا ہوں کہ یہ کیوں ہو رہا ہے، تو میں اپنے عمل کا کافی سبب (Adequate Cause) بن جاتا ہوں۔

عامر ثقلین

اس کا مشہور قول ہے:
"آزادی ضرورت کا ادراک ہے۔"
یعنی جتنا زیادہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات اور آپ کے جذبات کیوں اور کیسے لازمی طور پر ویسے ہی ہیں، اتنے ہی زیادہ آپ آزاد ہیں۔

2. عقل کی طاقت: ناکافی تصورات کو کافی تصورات میں بدلنا

عقل (Reason) کی طاقت کا مرکزی کام ناکافی تصورات (Inadequate Ideas) کو کافی تصورات (Adequate Ideas) میں تبدیل کرنا ہے۔

· ناکافی تصور (تخیل): جب ہم کسی چیز کو اس کے وقتی اور جزوی اسباب میں دیکھتے ہیں، جیسے سورج کو زمین کے قریب ایک چھوٹی سی گول چیز سمجھنا۔ یہی جذبات کی جڑ ہے (میں غصے میں ہوں کیونکہ فلاں نے میری بے عزتی کی)۔

· کافی تصور (عقل): جب ہم کسی چیز کو اس کے ابدی اور لازمی اسباب میں دیکھتے ہیں، یعنی خدا (فطرت) کی نظر سے دیکھنا (Sub specie aeternitati-s) یہ سمجھنا کہ "فلاں" کا عمل اس کی اپنی فطرت اور اسباب کی اٹل زنجیر کا لازمی نتیجہ تھا۔

عقل کی طاقت ہمیں دکھاتی ہے کہ جو کچھ بھی ہے، وہ کامل ہے کیونکہ وہ خدا کی کامل فطرت سے اسی طرح لازم آیا ہے۔ یہ کوئی مذہبی عقیدہ نہیں، بلکہ منطقی نتیجہ ہے۔

3. فعال جذبات اور "خدا کی عقلی محبت" (Amor Dei Intellectualis)

عقل محض ٹھنڈا، خشک حساب نہیں ہے۔ اسپینوزا کے نزدیک، عقل سب سے طاقتور جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اور یہی وہ ہتھیار ہے جس سے غلامی پیدا کرنے والے جذبات کو شکست دی جا سکتی ہے۔ اسپینوزا کا اصول ہے:
"ایک جذبہ صرف ایک دوسرے، زیادہ طاقتور جذبے سے ہی قابو میں آ سکتا ہے۔"
عقل جو جذبہ پیدا کرتی ہے وہ ہے خدا کی عقلی محبت۔
· یہ محبت کسی شخص سے نہیں بلکہ اس ابدی اور لامتناہی نظامِ فطرت سے ہے جس کا ہم حصہ ہیں۔
· جب آپ عقل سے سمجھتے ہیں کہ آپ کا اپنا وجود اور آپ کی خوشی خدا (فطرت) سے کیسے جڑی ہے، تو آپ کے اندر ایک لازوال، پرسکون خوشی (Blessedness) پیدا ہوتی ہے۔
· یہ خوشی کسی بیرونی شے (دولت، شہرت، جسمانی لذت) پر منحصر نہیں، اس لیے اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ یہی فعال جذبہ (Active Emotion) ہے۔۔

4. آزاد انسان کا تصور

اسپینوزا اپنے "آزاد انسان" (Homo Liber) کا ایک طاقتور خاکہ پیش کرتا ہے۔ اس کے چند اہم نکات یہ ہیں:

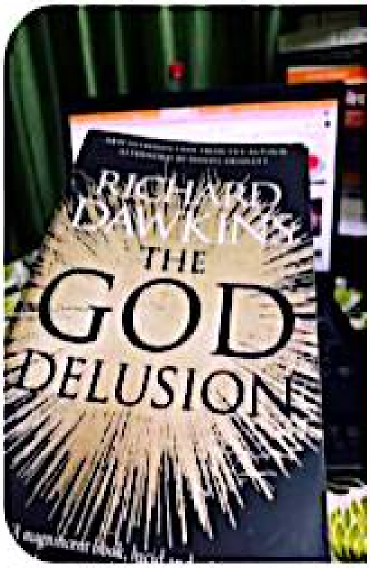
· موت پر غور نہیں کرتا: "آزاد انسان کسی چیز پر موت سے کم غور نہیں کرتا۔ اس کی حکمت زندگی پر غور کرنا ہے، موت پر نہیں۔"

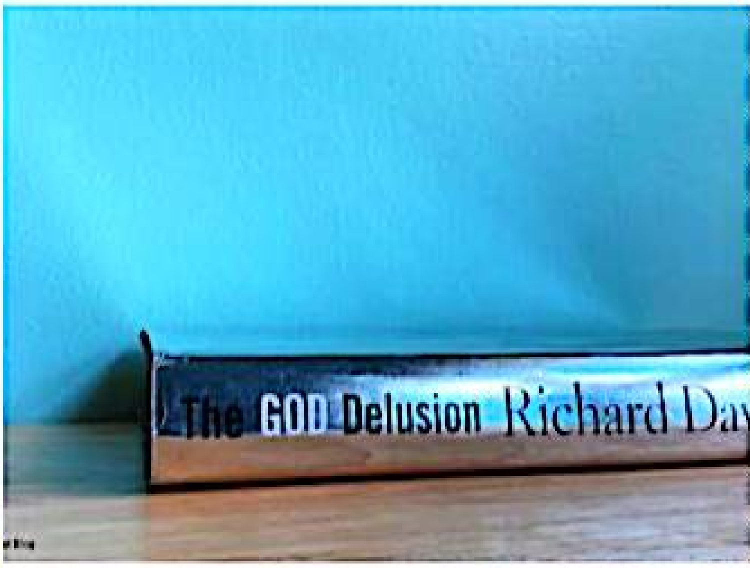
· نیکی کا بدلہ نیکی سے: وہ نفرت کا جواب محبت سے دیتا ہے، انتقام سے نہیں، کیونکہ نفرت ایک منفی جذبہ ہے جو ہماری قوتِ عمل کو کم کرتا ہے، جبکہ محبت اسے بڑھاتی ہے۔ یہ اخلاقی نہیں، خالصتاً عملی اور عقلی حکمتِ عملی ہے۔

· اجتماعی زندگی: عقلی انسان جانتا ہے کہ اس کے لیے سب سے زیادہ مفید شے دوسرا عقلی انسان ہے۔ اس لیے آزاد انسان تنہائی پسند نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جہاں سب عقل کی پیروی کریں۔

"خوبصورت چیز اتنی ہی مشکل ہے جتنی وہ نایاب ہے۔" (ایتھیکا کا آخری جملہ)

Godism





The main point of *The God Delusion* by evolutionary biologist Richard Dawkins is that **a supernatural creator almost certainly does not exist**. He argues that religious belief is an unfounded delusion and asserts that humanity can be moral, ethical, and deeply fulfilled without relying on religion. Wikipedia +2

عامر ثقلین

Godism

واہمۂ ربّانی

An Urdu Translation of the Book

'THE GOD DELUSION' by Richard Dawkins

Translated by: Dr. Syed M. Saleem

عامر ثقلین

"گوڈ ڈیلوژن" (واہمہ ربانی) میں
جو دلیلیں خدا کے وجود پر لی ہیں اور پھر انھیں رد کیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔۔

1. وجودیاتی دلیل
یہ دلیل کسی مشاہدے کے بجائے خالص منطق اور الفاظ کی بازیگری پر مبنی ہے۔ اس کی سب سے مشہور شکل انسلم آف کینٹربری کی ہے۔
· دعویٰ: خدا وہ عظیم ترین ہستی ہے جس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ صرف ذہن میں موجود ہو، حقیقت میں نہیں، تو وہ عظیم ترین نہ ہوا کیونکہ ایک ایسی ہستی جو حقیقت میں بھی موجود ہو، وہ زیادہ عظیم ہوگی۔ لہٰذا، خدا کا حقیقت میں موجود ہونا ضروری ہے۔
· ڈاکنز کا جواب:
· یہ محض "الفاظ کا کھیل" ہے جو کسی شے کو وجود میں لانے کے لیے منطق کا غلط استعمال کرتا ہے۔
· وہ برٹرینڈ رسل کی طنزیہ پیروڈی دہراتے ہیں: میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ایک اڑتا ہوا سپتیٹی مونسٹر موجود ہے، کیونکہ وہ سب سے عظیم فلائنگ سپتیٹی مونسٹر ہے، اور اگر وہ حقیقت میں موجود نہ ہو تو وہ سب سے عظیم نہ ہوگا۔

عامر ثقلین

ڈاکنز کا کہنا ہے کہ اس دلیل کی سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ یہ فرض کر لیتی ہے کہ "وجود" ایک "صفات" ہے جو کسی چیز میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، جیسے "سرخ" ہونا یا "طاقتور" ہونا۔ وجود کوئی صفت نہیں بلکہ ایک شرط ہے۔

2. کائناتی دلیلیں

یہ دلیلیں کائنات کی ابتدا یا "پہلے محرک" کے گرد گھومتی ہیں۔ مشہور عام شکل تھامس ایکویناس کی پیش کردہ ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہر چیز کا کوئی سبب ہے، اور اسباب کا یہ سلسلہ لامحدود نہیں ہو سکتا، لہٰذا ایک "پہلا سبب" (خدا) موجود ہونا چاہیے۔

ڈاکنز کا جواب:

- بے بنیاد مفروضہ: یہ دلیل بغیر کسی ثبوت کے یہ مان لیتی ہے کہ اسباب کا سلسلہ لامحدود نہیں ہو سکتا۔ جدید طبیعیات (جیسے کوانٹم میکینکس) میں ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جن کا کوئی براہِ راست سبب نہیں ہوتا۔
- خود کو رد کرنے والی دلیل: اگر "ہر چیز کا ایک سبب ہونا ضروری ہے" تو پھر خدا کا سبب کیا ہے؟ اگر خدا بغیر سبب کے موجود ہو سکتا ہے، تو یہ ماننے میں کیا قباحت ہے کہ کائنات (یا اس کی بنیادی قوتیں) بھی بغیر کسی ماورائی سبب کے موجود ہو سکتی ہیں؟ اس استثنیٰ کو ماننا "خصوصی التجا" کا مغالطہ ہے۔

Godism

لامحدود رجعت سے بچنے کا بہانہ: خدا کو "پہلا سبب" مان کر لامحدود اسباب کے سلسلے کو ختم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، لیکن یہ مسئلے کو حل نہیں کرتا بلکہ اسے ٹال دیتا ہے۔ خدا بذاتِ خود ایک ایسی ہستی ہے جس کی پیچیدگی کسی بھی چیز سے زیادہ ہے اور جسے وضاحت کی زیادہ ضرورت ہے۔

3. ڈیزائن سے دلیل (غایت شناسی دلیل)

یہ سب سے مقبول اور ڈاکنز کے نزدیک سب سے اہم دلیل ہے، جس کا وہ پوری کتاب میں بار بار جواب دیتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قدرتی دنیا میں پیچیدگی اور مقصدیت (جیسے آنکھ کی ساخت) کسی ذہین ڈیزائنر (خدا) کے بغیر ممکن نہیں۔

ڈاکنز کا جواب:

- ڈارون کا قدرتی انتخاب: یہی وہ واحد طریقہ کار ہے جو کسی ڈیزائنر کے بغیر سادگی سے پیچیدگی کے ارتقا کی وضاحت کرتا ہے۔
- حتمی بوئنگ 747 کا مغالطہ: یہ ڈاکنز کی اس دلیل کا مرکزی استعارہ ہے۔ ڈیزائن کی دلیل کہتی ہے کہ کائنات جیسی پیچیدہ چیز (بوئنگ 747) بغیر کسی ڈیزائنر کے خود بخود نہیں بن سکتی۔ لیکن جو ڈیزائنر اسے بنا سکتا ہے، وہ خود کائنات سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوگا۔ اس لیے یہ کہنا کہ کائنات کو خدا نے بنایا، یہ اس سوال کا جواب دینے کے بجائے کہ "پیچیدگی کیسے وجود میں آئی؟"، اسے ایک ایسے خدا کی طرف دھکیل دیتا ہے جس کی خود اپنی پیچیدگی کی وضاحت کرنا ایک ناممکن مسئلہ ہے۔ یہ ایک لامتناہی رجعت ہے جو کہیں نہیں پہنچتی۔

عامر ثقلین

4. اخلاقی دلیل

یہ دلیل کہتی ہے کہ خدا کے بغیر، معروضی اچھائی اور برائی کی کوئی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ ہمارے اندر جو اخلاقی ضمیر ہے، وہ ایک ماورائی اخلاقی قانون ساز کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

· ڈاکنز کا جواب:

· اخلاقیات کا ارتقائی ماخذ: ڈاکنز دلیل دیتے ہیں کہ اخلاقیات کا کوئی ماورائی ماخذ نہیں ہے۔ اس کی جڑیں ہمارے ارتقائی ماضی میں ہیں (جیسے باہمی تعاون، رشتہ داروں کے لیے قربانی) اور یہ معاشرتی معاہدے، ہمدردی اور عقلی سوچ کے ذریعے ترقی کرتی ہے۔

· یوتھائیرو کا مخمصہ: افلاطون کا یہ قدیم سوال ڈاکنز دہراتے ہیں: کیا کوئی کام اس لیے اچھا ہے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے، یا خدا نے اس کا حکم اس لیے دیا ہے کیونکہ وہ اچھا ہے؟ اگر پہلی بات درست ہے تو اخلاقیات من مانی اور خدا کی مرضی پر منحصر ہو جاتی ہے (اگر وہ قتل کو اچھا کہہ دیتا تو وہ اچھا ہو جاتا)۔ اگر دوسری بات درست ہے تو اخلاقیات کا ایک معیار خدا سے بھی بالاتر موجود ہے، اور پھر خدا کی ضرورت نہیں رہتی۔

5. مذہبی کتابوں سے دلیل

یہ دلیل کہ فلاں مقدس کتاب (بائبل، قرآن وغیرہ) خود اپنی سچائی کا ثبوت ہے کیونکہ اس کی تعلیمات یا پیشین گوئیاں معجزانہ ہیں۔

Godism

ڈاکنز کا جواب:

• یہ ایک "دائرے میں گھومنے والی دلیل" ہے۔ کتاب کو خدا کا کلام مان کر اس کی سچائی ثابت کرنا، اور پھر کتاب کی سچائی سے خدا کو ثابت کرنا۔

• تاریخی اور سائنسی غلطیاں: ڈاکنز کا کہنا ہے کہ ان کتابوں کی کہانیاں (جیسے عالمگیر طوفان، تخلیق کی ترتیب) سائنس اور تاریخ کے واضح شواہد سے متصادم ہیں۔ یہ کتب اپنے زمانے کے لوگوں کے محدود علم کا مظہر ہیں، نہ کہ کسی لامحدود ہستی کے علم کا۔

• انتخابی اخلاقیات: ان کتابوں میں موجود ظالمانہ اور غیر اخلاقی احکامات (جنہیں آج کوئی مہذب انسان نہیں مانے گا) خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ کسی اخلاقی کامل ہستی کی طرف سے نہیں ہو سکتیں۔

6. پاسکل کی شرط

یہ ایک عملی دلیل ہے، منطقی نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا پر ایمان لانا ایک محفوظ شرط ہے: اگر خدا موجود ہوا تو آپ جنت جائیں گے (لامحدود انعام)، اور اگر نہ ہوا تو آپ نے کچھ نہیں کھویا۔ جبکہ ایمان نہ لانے پر اگر خدا موجود ہوا تو آپ کو جہنم ملے گی۔

• ڈاکنز کا جواب:

• کونسا خدا؟ یہ دلیل صرف ایک مخصوص خدا کے لیے نہیں بلکہ ہزاروں دیوتاؤں کے لیے کام کرتی ہے۔ اگر آپ عیسائی خدا پر ایمان لا کر غلط ثابت ہوئے اور اصلی خدا مثلاً وائی کنگ کا تھور نکلا، تو آپ کی حالت اور بگڑ جائے گی۔

عامر ثقلین

مخلصانہ ایمان کا مسئلہ: یہ شرط ایمان کو ایک "حسابی کتاب" کے طور پیش کرتی ہے، لیکن آپ کسی چیز پر جان بوجھ کر "شرط لگانے" کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کوئی بھی باشعور خدا اس جھوٹے موقع پرستانہ ایمان کو قبول نہیں کرے گا۔

7. ذاتی تجربے کی دلیل

یہ سب سے عام دلیل ہے کہ "میں نے اپنے دل میں خدا کو محسوس کیا"۔

· ڈاکنز کا جواب:

· وہم کی طاقت: انسانی دماغ فریب، ہیلوسینیشن اور خواہش مندانہ سوچ کا شکار ہے۔ اسے سائنسی طور پر جانچا نہیں جا سکتا۔ ایک شخص کے اندرونی احساس کو دوسرے مذہب کے شخص کے متضاد احساس پر کیوں ترجیح دی جائے؟

· مادی وضاحت: نیورو سائنس بتاتی ہے کہ مخصوص ذہنی کیفیات (جیسے مراقبہ، مرگی کے دورے، یا انتہائی جذباتی لمحات) "ماورائی موجودگی" کا شدید احساس پیدا کر سکتی ہیں۔ یہ احساس ایک دماغی حالت ہے، کسی بیرونی حقیقت کا ثبوت نہیں۔

ڈاکنز کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ خدا کے حق میں پیش کی جانے والی ہر دلیل یا تو منطقی طور پر خود کو ہی کاٹ دیتی ہے، یا اس میں یہ "دیو قامت مغالطہ" پایا جاتا ہے کہ وہ ایک بڑے راز کو ایک اور بھی بڑے راز (خدا) کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرتی ہے، بجائے اس کے کہ اسے سائنسی طور پر سمجھا جائے۔

Godism

"خدا کا نہ ہونا یقینی ہے" (چیپٹر) کے اہم پوائنٹس آپ کی پیش خدمت ہیں

1. الحاد کی قسم: "ڈی فیکٹو ایتھیسٹ"

ڈاکنز اپنی کتاب "خدا کا مغالطہ" میں الحاد کے ایک پیمانے پر اپنی پوزیشن واضح کرتے ہیں (جسے اکثر ڈاکنز اسکیل کہا جاتا ہے):

- پختہ خدا پرست (100% یقین)
- خدا کے ہونے کا قوی امکان
- کمزور خدا پرست
- مکمل طور پر غیر جانبدار
- کمزور ملحد
- خدا کے نہ ہونے کا قوی امکان (ڈی فیکٹو ایتھیسٹ)
- پختہ ملحد (100% یقین)

وہ خود کو (ڈی فیکٹو ایتھیسٹ) میں رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ خدا کا نہ ہونا مکمل یقینی ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے وجود کا امکان اتنا ہی ہے جتنا کہ "باغ میں پریوں" یا "چائے کے برتن کے سورج کے گرد چکر لگانے" کا۔ سائنسی طور پر، کوئی بھی چیز 100% ثابت یا رد نہیں کی جا سکتی، لیکن شواہد کی عدم موجودگی اتنی شدید ہے کہ عملی زندگی میں اسے ناممکن مان لینا ہی عقلمندی ہے۔

عامر ثقلین

2. مرکزی دلیل: "ڈیزائن کا مغالطہ" اور ارتقا

ڈاکنز کے نظریے کی بنیاد یہ ہے کہ مذہب کا سب سے طاقتور استدلال "ناممکن وقوع کی دلیل" ہے۔ قدرتی دنیا میں جو پیچیدگی اور مقصدیت نظر آتی ہے، وہ بظاہر کسی ذہین ڈیزائنر کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتی۔ ڈاکنز اسے الٹ دیتے ہیں:

· ڈارون کا حل: چارلس ڈارون سے پہلے، الحاد واقعی غیر عقلی تھا کیونکہ پیچیدگی کی کوئی متبادل وضاحت نہیں تھی۔ ڈارون کے نظریۂ ارتقا بذریعہ قدرتی انتخاب نے دکھایا کہ بے شعور، بے مقصد، اور خودکار طریقے سے سادہ سے پیچیدہ جاندار کیسے وجود میں آ سکتے ہیں۔

خدا ایک "حتمی بوئنگ 747" ہے: ڈاکنز کا مشہور استعارہ ہے کہ یہ کہنا کہ کائنات کی پیچیدگی کو خدا نے ڈیزائن کیا، یہ مسئلے کو حل کرنے کے بجائے مزید پیچیدہ بنا دیتا ہے۔ اگر اتنے پیچیدہ کائنات کا خالق ضروری ہے، تو وہ خالق خود کائنات سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوگا۔ پھر خالق کو کس نے ڈیزائن کیا؟ یہ ایک لامتناہی سلسلہ بن جاتا ہے۔ ڈارون کا ارتقا واحد نظریہ ہے جو بتاتا ہے کہ سادہ سے پیچیدہ کیسے بن سکتا ہے۔

3. الحاد کی بنیاد: عقلیت اور شواہد

ڈاکنز الحاد کو کوئی عقیدہ نہیں بلکہ ایک عقلی نتیجہ مانتے ہیں جو شواہد کی کمی سے اخذ کیا گیا ہے:

عامر ثقلین

Godism

ثبوت کا بوجھ: ثبوت کا بوجھ دعوے کرنے والے پر ہے۔ جو خدا کے وجود کا دعویٰ کرے، اس پر لازم ہے کہ وہ تجرباتی، قابلِ جانچ اور ناقابلِ تردید شواہد پیش کرے۔ ڈاکنز کے مطابق، ایسا کوئی شواہد موجود نہیں ہے۔

· رسل کا چائے دان: وہ فلسفی برٹرینڈ رسل کی دلیل دہراتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ زمین اور مریخ کے درمیان ایک چھوٹا چینی کا چائے دان سورج کے گرد گھوم رہا ہے، تو اسے غلط ثابت کرنا ناممکن ہے (کیونکہ اتنا چھوٹا ہے کہ دوربینیں نہیں دیکھ سکتیں)۔ لیکن عقلمندی اسی میں ہے کہ ہم اس پر یقین نہ کریں۔ خدا کے بارے میں بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

4. خدا کا مفروضہ: ایک ناقص سائنسی نظریہ

ڈاکنز خدا کو کائنات کی وضاحت کے لیے ایک حریف سائنسی نظریہ مانتے ہیں، اور اسے سختی سے رد کرتے ہیں:

· قابلِ تکذیب نہیں: سائنس میں، کسی بھی درست مفروضے کے لیے ضروری ہے کہ وہ "قابلِ تکذیب" ہو، یعنی ایسا ممکنہ مشاہدہ موجود ہو جو اسے غلط ثابت کر سکے۔ خدا کا مفروضہ اس معیار پر پورا نہیں اترتا کیونکہ مومن ہر صورت میں ایمان کی کوئی نہ کوئی تاویل نکال لیتے ہیں۔

· سادگی کا اصول (Occam's Razor): قدرت کے غیر ذہین قوانین (طبیعیات، ارتقا) کائنات کی پیچیدگی کی وضاحت کرنے کے لیے خدا کے تصور سے کہیں زیادہ سادہ اور کم خرچ مفروضہ ہیں۔ خدا کا تصور ایک ناقابلِ وضاحت عنصر کو شامل کر کے مسئلے کو الجھا دیتا ہے۔

عامر ثقلین

5. اخلاقی اور معاشرتی پہلو: مذہب بطور "دماغی وائرس"

ڈاکنز مذہب کو صرف غلط ہی نہیں بلکہ نقصان دہ بھی سمجھتے ہیں، اور اس کی بقا کی وضاحت کرنے کے لیے "میم" کا تصور پیش کرتے ہیں (وہ تصورات جو ثقافتی طور پر ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں پھیلتے ہیں، جیسے وائرس)۔ ان کے مطابق، مذہب ایک ذہنی وائرس ہے جو خاص طور پر بچپن میں "پھیلتا" ہے۔ بچے قدرتاً بڑوں پر اعتماد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، اور جہنم کے خوف جیسے تصورات ان کے ذہنوں میں پیوست کر دیے جاتے ہیں، جو مذہب کی غیر عقلی بقا کا سبب بنتے ہیں۔

نتیجہ: کیوں نہ ہونا "یقینی" نہیں؟

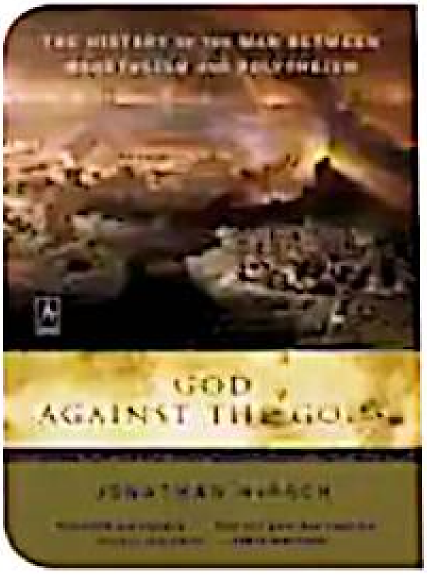
ڈاکنز کے مطابق، ہم فلسفیانہ طور پر کسی بھی چیز کے بارے میں مکمل یقین نہیں رکھ سکتے، یہاں تک کہ پریوں یا ایک سینگ والے گھوڑوں کے بارے میں بھی نہیں۔

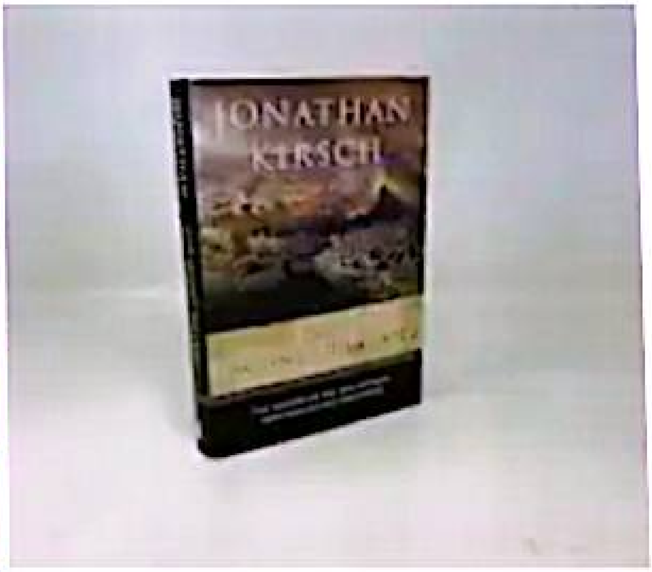
لیکن عملی طور پر، ان کے لیے خدا کا کوئی ثبوت موجود نہیں، اس کا تصور منطقی طور پر متزلزل ہے، اور قدرت اس کے بغیر بھرپور طریقے سے قابلِ فہم ہے۔ اس لیے وہ خدا کے نہ ہونے کو اتنا ہی یقینی مانتے ہیں جتنا سائنس کسی بھی دوسرے فرضی، غیر مشاہدہ شدہ وجود کو ناممکن مانتی ہے۔ ان کا الحاد ایک سائنسی نتیجہ ہے، نہ کہ کوئی مذہبی عقیدہ۔

Godism

God Against the Gods: The History of the War Between Monotheism and Polytheism

Book by Jonathan Kirsch





Overview

Perfectly suited to readers of Bernard Lewis and Karen Armstrong, God Against the Godsis a dramatic and eye-opening epic of the final struggle between monotheism and polytheism in the ancient world. ... Google Books ›

عامر ثقلین

Godism

جوناتھن کرش کی کتاب "God Against the Gods" میں فرعون اخیناتن (Akhenaten) کو ایک نہایت اہم، بلکہ تاریخ کا پہلا ریکارڈ شدہ توحید پرست (monotheist) قرار دیا گیا ہے۔ کرش کے مطابق، اخیناتن کا کردار محض ایک مصری بادشاہ نہیں بلکہ اس جنگ کا پہلا بڑا علمبردار تھا جو بعد میں پوری قدیم دنیا میں توحید اور شرک کے درمیان چھڑ گئی۔

توحید کا پہلا تجربہ

کرش کے نزدیک، اخیناتن نے عیسائیت اور یہودیت سے تقریباً 700 سال پہلے مصر میں ایک خدائی نظام ("Atenism") کو نافذ کیا۔ اس نے روایتی مصری دیوتاؤں (خاص طور پر امون-Ra کے طاقتور پجاری طبقے) کو مسترد کر دیا اور صرف "Aten" (سورج کا دائرہ) کی عبادت کو فروغ دیا۔

تاریخی اثر و رسوخ کا دعویٰ

کرش کا سب سے متنازعہ نظریہ یہ ہے کہ اخیناتن کا یہ توحیدی تجربہ بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ پر بھی اثر انداز ہوا۔ کرش کے مطابق، جب بنی اسرائیل مصر میں تھے، تو انہوں نے اخیناتن کے اس عقیدے سے متاثر ہو کر توحید کا تصور حاصل کیا، حالانکہ کرش یہ نہیں کہتے کہ موسیٰ خود اخیناتن تھے۔

نوٹ: یہ نظریہ انتہائی متنازعہ ہے اور بہت سے ماہرینِ مصر (مثلاً جیمز ہوفمیئر) اسے مسترد کرتے ہیں کیونکہ اس کی کوئی ٹھوس تاریخی یا آثارِ قدیمہ کی شہادت نہیں۔

عامر ثقلین

ناکامی اور انجام

کرش اخیناتن کی توحید کو ناکام تجربہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی موت کے فوراً بعد، اس کے جانشینوں (خاص طور پر توتنخامون) نے پرانے دیوتاؤں کی عبادت بحال کر دی اور اخیناتن کو "مرتد" قرار دے کر اس کے نام کو تاریخ سے مٹانے کی کوشش کی۔ تاہم، کرش کے لیے اخیناتن کی اہمیت اس کے "بیج" میں ہے—اس نے توحید کا وہ تصور متعارف کرایا جو بعد میں قسطنطین اور دیگر حکمرانوں کے ذریعے دنیا پر غالب آیا۔

یہ نظریہ کہ اخیناتن کے توحیدی تجربے کا حضرت موسیٰ پر کوئی اثر ہوا، ایک انتہائی متنازعہ بحث ہے۔ آیئے اس کے دلائل اور تنقید کو تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

کرش اور دیگر کے دلائل: ممکنہ ربط کی بنیاد

یہ نظریہ صرف کرش کی کتاب تک محدود نہیں، بلکہ سگمنڈ فرائیڈ اور احمد عثمان جیسے مصنفین نے بھی اسے اپنایا۔ ان کے اہم نکات یہ ہیں:

وقت کا ہم عصر ہونا: اخیناتن نے 4ویں1 صدی قبل مسیح میں مصر پر حکومت کی، جو کہ خروجِ مصر کے ممکنہ ادوار میں سے ایک ہے۔ اس لیے نظریہ نگاروں کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ اخیناتن کے دورِ حکومت میں یا اس کے فوراً بعد مصر میں موجود تھے

۔

Godism

توحید کا تصور: اخیناتن نے مصری دیوتاؤں کے پیچیدہ نظام کو مسترد کر کے صرف ایک واحد معبود، "آتن" (سورج کا دائرہ) کی عبادت کو فروغ دیا۔ ان کا ماننا ہے کہ اس یکتا پرست (monotheistic) سوچ نے حضرت موسیٰ کے توحید کے پیغام کی بنیاد فراہم کی ۔ کرش کے مطابق، یہ اثر و رسوخ اس وقت ممکن ہوا جب بنی اسرائیل مصر میں تھے ۔

مصری ماحول: چونکہ حضرت موسیٰ شاہی خاندان میں پلے بڑھے، اس لیے وہ اخیناتن کے اس نئے مذہبی نظام سے متاثر ہوئے ہوں گے ۔

تنقید اور مخالف دلائل: کیوں یہ نظریہ درست نہیں

بہت سے ماہرینِ مصر اور بائبل کے علما اس نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔ ان کے اہم دلائل یہ ہیں:

1. مختلف قسم کی توحید: اخیناتن کی توحید ایک بادشاہ کے حکم سے نافذ کی گئی تھی اور اس میں کوئی اخلاقی ضابطہ یا کتاب نہیں تھی ۔ جبکہ حضرت موسیٰ کی توحید ایک طویل تاریخی اور روحانی عمل کا نتیجہ تھی، جس میں تورات (قانون) اور اخلاقیات کا مرکزی کردار تھا ۔

2. نظریاتی فرق: اخیناتن کا معبود "آتن" ایک غیر شخصی، بے شکل طاقت تھا جس کی کوئی افسانہ نگاری (mythology) نہیں تھی ۔ اس کے برعکس، حضرت موسیٰ کا خدا (یہوواہ) ایک ذاتی، اخلاقی معبود ہے جو تاریخ میں عمل کرتا ہے اور بنی اسرائیل سے ایک عہد (Covenant) باندھتا ہے ۔

عامر ثقلین

3. تاریخی خلا: اخیناتن کی موت کے فوراً بعد، مصر نے اپنے پرانے دیوتاؤں کو واپس لا کر اس کی توحید کو مکمل طور پر مٹا دیا۔ یہاں تک کہ "آخناتن" کا نام بھی تاریخ سے غائب کر دیا گیا۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ اس قلیل مدتی اور مٹائے گئے تجربے کا کوئی اثر حضرت موسیٰ پر پڑا، خاص طور پر جب مصر اور بنی اسرائیل کے درمیان کوئی براہِ راست رابطہ ثابت نہیں۔

4. ممکنہ ماخذ: کچھ علما کا کہنا ہے کہ اخیناتن کی توحید کا ماخذ خود مصر کے پرانے شہر ہیلیوپولس کا سورج دیوتا تھا، جہاں حضرت موسیٰ کا تعلق بھی بتایا جاتا ہے۔ یہ ربط اخیناتن کی بجائے ایک مشترکہ ماخذ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کرش کا اخیناتن کو توحید کا پہلا علمبردار اور حضرت موسیٰ کا ممکنہ محرک ماننا ایک دلچسپ لیکن انتہائی متنازعہ نظریہ ہے، جسے تاریخی اور نظریاتی بنیادوں پر بیشتر ماہرین تسلیم نہیں کرتے۔

جوناتھن یوشیاہ (Josiah) کو ایک انقلابی بادشاہ کے طور پر پیش کرتے ہیں جس نے یہوداہ کی تاریخ میں توحید کو زبردستی نافذ کرنے کی کوشش کی۔

پس منظر: مذہبی بحران

کرش کے مطابق، یوشیاہ سے پہلے یہوداہ میں مذہبی آزادی تھی جہاں لوگ متعدد دیوتاؤں (بعل، آشیرہ وغیرہ) کی پوجا کرتے تھے۔ یہ صورتحال کرش کے نزدیک "روادار شرک" کی مثال تھی۔یوشیاہ کی توحیدی اصلاحات (تقریباً 621 ق۔م)

یوشیاہ نے تین اہم اقدامات کیے جنہیں کرش توحید کی جارحانہ مہم قرار دیتا ہے:

1. مرکزی عبادت گاہ کا نفاذ: تمام مقامی قربان گاہیں اور دیوتاؤں کے بت توڑ دیے گئے اور صرف یروشلم کے ہیکل (سلیمانی ہیکل) میں عبادت کو جائز قرار دیا گیا۔

2. پاکیزگی کا پروپیگنڈہ: ہیکل کی مرمت کے دوران ایک "شریعت کی کتاب" (تورات کا حصہ) ملنے کا دعویٰ کیا گیا۔ کرش اسے ایک ہوشیار سیاسی چال قرار دیتے ہیں تاکہ اصلاحات کو الٰہی حکم کا روپ دیا جا سکے۔

3. تشدد اور جبر: کرش خاص طور پر ان آیات (مثلاً -سلاطین ۲ :۲۰)۲۳ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جہاں یوشیاہ نے ان پجاریوں کو قتل کر دیا جو بعل یا دیگر دیوتاؤں کی عبادت کرتے تھے۔

کرش کا مرکزی نقطہ: توحید اور تشدد کا رشتہ

کرش یوشیاہ کو اس لیے اہم مانتے ہیں کہ وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے توحید کو ایک مسلح مہم میں تبدیل کیا۔ ان کے مطابق:

- یوشیاہ نے "دوسرے کو برداشت نہ کرنے" کی روایت قائم کی جو بعد میں عیسائیت اور اسلام میں بھی منتقل ہوئی۔

اس کی اصلاحات نے یہودیت کو ایک چھوٹے سے مقامی مذہب سے ایک قوم پرست شناخت میں بدل دیا، جس کا انجام آخر کار بابل کی جلاوطنی اور پھر دنیا میں توحید کے پھیلاؤ کی صورت میں ہوا۔

انجام اور ناقدین کا اعتراض

یوشیاہ کی یہ مہم قلیل مدتی کامیاب رہی، لیکن اس کی موت (مصر کے فرعون نخوہ دوم کے ہاتھوں جنگ میں) کے بعد توحید کو دوبارہ چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا۔

مخالفین (مثلاً بائبلی اسکالرز) کرش کے اس تشبیہ کو بہت یکطرفہ قرار دیتے ہیں کیونکہ:

· ان کا کہنا ہے کہ یوشیاہ کے اعمال کا تعلق شرک کی سرکاری سرپرستی کے خلاف ردعمل تھا، نہ کہ محض تشدد کی خواہش۔

· تورات میں یوشیاہ کو ایک مثالی بادشاہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس نے فساد اور ناانصافی کو ختم کیا، نہ کہ صرف ایک جابر حکمران۔

کرش کے نزدیک، ہیکل میں "شریعت کی کتاب" کا ملنا کوئی حادثہ نہیں تھا۔ وہ اسے ایک منصوبہ بند سیاسی تدوین قرار دیتے ہیں:

· تاریخی تناظر: یوشیاہ کے دادا (منسی) اور والد (آمون) نے 55 سال تک شرک کو سرپرستی دی۔ اس دوران آشوری سلطنت کمزور پڑ رہی تھی، اور یوشیاہ نے اس خلا کو مذہبی قوم پرستی کے لیے استعمال کیا۔

کتاب کا مقصد: کرش کے مطابق، کتابِ استثنا (Deuteronomy) کا مرکزی حصہ (خاص طور پر باب ۱۲-۲۶) دراصل اسی دور میں تحریر کیا گیا تاکہ تمام عبادت کو یروشلم میں مرکوز کر کے مرکزی حکومت کو مالی اور مذہبی کنٹرول دیا جا سکے۔

· نفسیاتی ہیرا پھیری: کتاب کو "قدیم" قرار دے کر یوشیاہ نے عوام کو یہ باور کرایا کہ یہ تو کوئی نیا قانون نہیں، بلکہ ایک بھولی بسری امانت ہے جسے وہ بحال کر رہا ہے۔ اس سے کسی بھی مخالفت کو ناپاک یا غیر قومی قرار دیا جا سکتا تھا۔

۔۲ تشدد: روحانی پاکیزگی یا قوم پرستی کا ہتھیار؟

کرش یوشیاہ کے تشدد کو محض مذہبی جوش سے نہیں، بلکہ ایک حکمت عملی کے طور پر دیکھتے ہیں:

· جغرافیائی صفائی: اس نے نہ صرف یہوداہ بلکہ سابقہ اسرائیلی علاقوں (بیت ایل، سامریہ) تک بت خانے تباہ کیے۔ کرش اسے "مقدس زمین کی نسلی صفائی" کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔

· پجاریوں کا قتل عام: کتاب سلاطین (۲-سلاطین ۲۳:۲۰) میں بتوں کے پجاریوں کو قربان گاہوں پر ہی ذبح کرنے کا ذکر ہے۔ کرش کہتے ہیں کہ اس سے ایک خوف کا ماحول پیدا ہوا جس نے مستقبل میں کسی بھی توحید مخالف آواز کو دبا دیا۔

عامر ثقلین

نتیجہ: یہ تشدد قلیل مدتی تو کامیاب رہا، لیکن اس نے یہوداہ کو مصر اور بابل کے درمیان ایک کشیدہ صورتحال میں ڈال دیا، جس کا انجام یوشیاہ کی موت (۶۰۹ ق۔م، میگیدو کی جنگ میں) اور بالآخر بابل کی جلاوطنی (۵۸۶ ق۔م) کی صورت میں ہوا۔

۔۳ کرش کی نفسیاتی تشریح: "اخیناتن کمپلیکس"

کرش یوشیاہ کو اخیناتن کا ایک الٹا روپ قرار دیتے ہیں:

· اخیناتن نے توحید کو اوپر سے (شاہی فرمان) نافذ کیا اور ناکام ہوا۔

· یوشیاہ نے توحید کو نیچے سے (عوامی مذہبی جذبے، کتاب، اور قوم پرستی) کے ذریعے نافذ کیا اور وہ بھی عارضی طور پر کامیاب ہوا۔

· کرش کہتے ہیں کہ یوشیاہ کی اصل کامیابی یہ تھی کہ اس نے توحید کو یہودی قومی شناخت کا لازمی جزو بنا دیا—یہاں تک کہ جلاوطنی میں بھی یہ شناخت قائم رہی، جب کہ اخیناتن کی توحید اس کی موت کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔

۔۴ طویل مدتی تہذیبی اثر: توحید کا "عدم رواداری کا ڈی این اے"

کرش کے نزدیک، یوشیاہ وہ نقطہ ہے جہاں سے توحید میں "دوسرے کو رد کرنے" کا کلچر جنم لیتا ہے:

Godism

اس سے پہلے، قدیم مشرقِ وسطیٰ میں مختلف قومیں ایک دوسرے کے دیوتاؤں کو قبول کر لیتی تھیں (مثلاً، مصر میں بعل کی پوجا ہوتی تھی)۔

· یوشیاہ نے "صرف ہمارا خدا سچا ہے، باقی سب جھوٹے" کا اصول نافذ کیا، جو بعد میں عیسائیت (مشنری سرگرمیاں) اور اسلام (جہاد کے تصورات) میں مختلف شکلوں میں منتقل ہوا۔

· کرش اسے "مذہبی امپیریلزم" قرار دیتے ہیں—جس میں سچائی کو طاقت کے ذریعے مسلط کیا جاتا ہے۔

۔۵ ناقدین کا سب سے بڑا اعتراض: کیا یوشیاہ واقعی اتنا بُرا تھا؟

جوناتھن کرش کے اس تاریک خاکے کو بہت سے علما (خاص طور پر یہودی اور مسیحی مورخین) نے چیلنج کیا ہے:

کرش کا نقطہ ناقدین کا ردِعمل

یوشیاہ نے تشدد سے توحید مسلط کی یہ اقدامات شرک کے انسانی قربانیوں اور سماجی ناانصافیوں کے خلاف تھے (مثلاً، بچوں کو آگ میں جلانا)۔

کتابِ استثنا ایک سیاسی جعلسازی ہے اس کتاب کا مرکزی پیغام غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کا تحفظ ہے، جسے محض سیاسی پروپیگنڈا نہیں کہا جا سکتا۔

عامر ثقلین

Godism

توحید = عدم رواداری مخالفین کہتے ہیں کہ شرک بھی اپنی جگہ پر تشدد تھا (مثلاً، رومیوں نے مسیحیوں کو شیروں کے آگے پھینکا)، اس لیے یہ تضاد اتنا قطعی نہیں۔

۔٦ گہرا نتیجہ: کرش ہمیں کیا سکھاتا ہے؟

کرش کے نزدیک، یوشیاہ کا کیس تاریخ کا ایک انتہائی واقعہ ہے:

· یہ ظاہر کرتا ہے کہ مذہب جب ریاستی طاقت کے ساتھ مل جاتا ہے تو وہ جلد یا بدیر جبر کا آلہ بن جاتا ہے۔

· تاہم، کرش خود اعتراف کرتے ہیں کہ اگر یوشیاہ نہ ہوتا تو یہودیت (اور بعد میں مسیحیت، اسلام) شاید ایک معمولی فرقہ ہی رہتی۔

· آخری سوال جو کرش اٹھاتے ہیں: کیا مذہبی سچائی کو بچانے کے لیے تشدد جائز ہے؟ یوشیاہ نے "ہاں" کہا، اور یہی وہ جواب ہے جو آج بھی مذہبی انتہا پسند دیتے ہیں۔

جوناتھن قسطنطین کو توحید کی فتح کا سب سے اہم معمار قرار دیتے ہیں۔

۔ا قسطنطین کا پس منظر: ایک سمجھوتہ ساز حکمران

کرش قسطنطین کو کوئی گہرا مذہبی شخص نہیں، بلکہ ایک عملی سیاستدان قرار دیتے ہیں:

· اس کے والد (کونسٹنٹیوس) ایک شرک پرست تھے، جبکہ والدہ (ہیلینا) مسیحی تھیں۔ قسطنطین نے دونوں طرف سے تعلق رکھا۔

· ۳۱۲ عیسوی میں ملویئن برج کی جنگ سے پہلے اس نے آسمان میں ایک صلیب اور "اس نشان میں فتح پاؤ" کا خواب دیکھا۔ کرش کہتے ہیں کہ قسطنطین نے اسے سیاسی مواقع کے طور پر استعمال کیا، نہ کہ حقیقی ایمان سے۔

عامر ثقلین

Godism

۲۔ مذہبی پالیسی: "ایک خدا، ایک سلطنت، ایک بادشاہ"
کرش کے مطابق، قسطنطین کا اصل ہدف سیاسی اتحاد تھا، جس کے لیے اس نے مذہب کو استعمال کیا:
اقدام تفصیل (کرش کے مطابق)
میلان کا فرمان (۳۱۳ عیسوی) مسیحیت کو قانونی توثیق دی، لیکن اس کا مقصد تمام مذاہب کو برداشت کرنا تھا، نہ کہ صرف مسیحیت کو فروغ دینا۔
نیقیہ کی کونسل (۳۲۵ عیسوی) اس نے تمام بشپس کو طلب کر کے مسیحی عقائد کو متحد کیا اور "آریوسیت" کو خارج قرار دیا۔ کرش اسے ریاست کا پہلا مذہبی عدالتی فیصلہ کہتے ہیں۔
قدیم مندروں کی لوٹ مار اس نے شرک کے مندروں کے سونے اور زیورات ضبط کر کے انہیں اپنی نئی سلطنت (Constantinople) کی تعمیر میں لگائے۔
۳۔ قسطنطنیہ: شرک کو مالی اور ثقافتی طور پر تباہ کرنا
کرش کے نزدیک، قسطنطین کا سب سے بڑا کارنامہ قسطنطنیہ (Constantinople) کی بنیاد تھا:
اس نے روم (جو شرک کا گڑھ تھا) کو نظر انداز کر کے ایک نئے شہر کو دارالحکومت بنایا، جسے اس نے مسیحی علامات سے آراستہ کیا۔

عامر ثقلین

اس نے شرک کے مندر کو گرجا گھروں میں تبدیل کرا دیا، جس سے شرک کی عبات گاہوں کی مالی بنیاد ختم ہو گئی۔

۔۴ کرش کا مرکزی الزام: "مذہبی تشدد کا بابا"

کرش قسطنطین کو تاریخ کا پہلا حکمران قرار دیتے ہیں جس نے مذہبی اختلاف کو جرم قرار دیا:

· اس نے "خارج کردہ" فرقوں (مثلاً ڈوناٹسٹ، آریوس) کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔
· اگرچہ اس نے ذاتی طور پر شرک پرستوں کو قتل نہیں کیا، لیکن اس کے قوانین نے شرک کو معاشی اور سماجی طور پر تنزلی کی طرف دھکیل دیا۔
· کرش کہتے ہیں کہ قسطنطین نے وہ راستہ ہموار کیا جس پر بعد میں تھیوڈوسیئس اول (Theodosius I) نے چل کر شرک کو مکمل طور پر غیر قانونی قرار دے دیا۔

۔۵ ناقدین کا اعتراض: کیا قسطنطین واقعی ایک دھوکہ باز تھا؟

بہت سے مورخین کرش کے اس خاکے کو بہت سیاہ اور یکطرفہ قرار دیتے ہیں:

کرش کا دعویٰ مخالفین کا مؤقف

قسطنطین نے مذہب کو صرف سیاست کے لیے استعمال کیا اس کی ذاتی تحریریں (مثلاً بشپس کو خطوط) ظاہر کرتی ہیں کہ اسے مسیحی عقیدے میں گہری دلچسپی تھی، محض ایک آلہ کار نہیں تھا۔

عامر ثقلین

اس نے شرک کو تباہ کیا اس نے اپنے دور میں شرک کو برداشت کیا اور خود کو "سول پونٹیفیکس" (شرک کا اعلیٰ پجاری) بھی کہلاتا رہا۔

اس نے مذہبی تشدد کا آغاز کیا حقیقت یہ ہے کہ اس نے بہت سے شرک رسومات کو اپنی سلطنت میں جاری رکھنے کی اجازت دی اور صرف ان رسومات کو روکا جن میں انسانی قربانیاں شامل تھیں۔

۔٦ کرش کا حتمی نتیجہ

کرش قسطنطین کو ایک دو دھاری تلوار قرار دیتے ہیں:

· اس نے ایک طرف تو مسیحیت کو ظلم سے نجات دلائی اور اسے عالمی مذہب بننے کا موقع دیا۔

· لیکن دوسری طرف، اس نے مذہب اور ریاست کا وہ خطرناک اتحاد قائم کیا جس نے صدیوں تک مذہبی جنگیں اور جبر کو جنم دیا۔

کرش کا آخری سوال: کیا قسطنطین مسیحیت کا نجات دہندہ تھا یا اس کا قبر کھودنے والا؟ وہ خود اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس نے مسیحیت کو دنیاوی طاقت تو دی، لیکن اس کی روحانی پاکیزگی کو ہمیشہ کے لیے زخمی کر دیا۔

Godism

۱۔ قسطنطین کا نفسیاتی پروفائل: "مذہبی اسکزوفرینیا"

کرش قسطنطین کو ایک انتہائی متضاد شخصیت قرار دیتے ہیں جو ایک ہی وقت میں دو مختلف مذہبی دنیاؤں میں جیتا تھا:

• شرک کی عادتیں: اس نے اپنی زندگی بھر سورج دیوتا (Sol Invictus) کے سکے ڈھلوائے اور شرک کے اعلیٰ پجاری (Pontifex Maximus) کا خطاب استعمال کیا۔

• مسیحی اعلان: وہ خود کو "خدا کا بندہ" اور "تمام مسیحیوں کا محافظ" کہلاتا تھا، حتیٰ کہ بشپس کو اپنے کپڑوں کو چومنے کی اجازت دیتا تھا۔

کرش کے مطابق، یہ دوہری شخصیت کوئی منافقت نہیں، بلکہ ایک جان بوجھ کر حکمت عملی تھی—وہ چاہتا تھا کہ اس کی سلطنت میں دونوں گروہ اسے اپنا حامی سمجھیں۔

۲۔ معاشی ہتھکنڈہ: مذہب کو ٹیکس اور زمین کے ذریعے کنٹرول کرنا

کرش قسطنطین کو پہلا حکمران قرار دیتے ہیں جس نے مذہب کو مالیاتی پالیسی کا آلہ بنایا:

معاشی اقدام مقصد اور اثر (کرش کے مطابق)

چرچ کو زمینیں دینا اس نے مسیحی گرجا گھروں کو وسیع زمینیں عطیہ کیں، جس سے وہ معاشی طور پر خود مختار ہو گئے اور ریاست کے ساتھ مزید جڑ گئے۔

شرک کے مندروں کی آمدنی روکنا اس نے شرک کے مندروں کو ریاستی فنڈز سے محروم کر دیا، جس سے ان کی دیکھ بھال اور رسومات کا خرچ پورا کرنا مشکل ہو گیا۔

عامر ثقلین

پادریوں کو ٹیکس میں چھوٹ مسیحی بشپس کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا، جس نے بہت سے امیر لوگوں کو مسیحیت قبول کرنے پر مجبور کیا—نہ کہ ایمان سے، بلکہ مالی فائدے سے۔

کرش کا دعویٰ ہے کہ یہ معاشی اقدامات شرک کے خلاف سخت جنگ سے کہیں زیادہ مؤثر تھے، کیونکہ انہوں نے شرک کو آہستہ آہستہ معاشی بے سرو سامانی کی طرف دھکیل دیا۔

۔۳ فوجی حکمت عملی: مسیحیت کو "فوج کا مذہب" بنانا

کرش کے نزدیک، قسطنطین نے مسیحیت کو فوجیوں میں اس لیے فروغ دیا کہ وہ اسے ایک متحدہ قوت کے طور پر استعمال کر سکے:

· اس نے فوجی جھنڈوں پر صلیب کا نشان لگایا، جس سے فوجیوں کو یہ پیغام دیا کہ مسیحی خدا انہیں جنگ میں فتح دیتا ہے۔

· اس نے فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ اتوار کے دن (مسیحی عبادت کا دن) آرام کریں، جس سے فوج میں مسیحی اقدار کو فروغ ملا۔

· کرش کہتے ہیں کہ اس کا مقصد فوجیوں کو نفسیاتی طور پر ایک نیا جذبہ دینا تھا—شرک کے کثیر دیوتا فوجیوں کو الجھن میں ڈالتے تھے، جبکہ ایک خدا تمام فوجیوں کو ایک مشترکہ مقصد کے تحت متحد کر دیتا تھا۔

۔۴ قسطنطنیہ: ایک شہر جس نے تہذیب کا رخ موڑ دیا

کرش قسطنطنیہ کے قیام محض ایک تعمیری منصوبہ نہیں، بلکہ شرک کو قطعی طور پر ختم کرنے کا ثقافتی ہتھیار قرار دیتے ہیں:

· اس نے پرانے روم کو (جو شرک کا گڑھ تھا) غیر اہم کر دیا اور ایک نیا دارالحکومت بنایا جو مسیحی علامات سے بھرا ہوا تھا۔

· اس نے روم کے مشہور شرک مندروں (مثلاً پینتھیون) کو گرجا گھروں میں تبدیل کر دیا، جس سے شرک کی علامتی شناخت ختم ہو گئی۔

· اس نے شرک کی مجسموں کو قسطنطنیہ میں آرائشی اشیاء کے طور پر لگایا، جس کا مطلب تھا کہ اب وہ عبادت کی اشیاء نہیں، بلکہ ماضی کی یادگار ہیں۔

کرش اسے "ثقافتی قبرستان" کہتے ہیں—شرک زندہ تو تھا، لیکن اس کی زندگی کی سانس ختم ہو چکی تھی۔

۔۵ مذہبی تشدد کا باقاعدہ نفاذ: قوانین جو پھانسی تک لے گئے

کرش اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قسطنطین نے تشدد کا باقاعدہ آغاز نہیں کیا، لیکن اس نے وہ قانونی بنیادیں رکھیں جن پر بعد میں تشدد پروان چڑھا:

· اس نے جادو گرنی اور مذہبی بدعت کو مجرمانہ جرم قرار دیا۔

اس نے ان لوگوں کو سزا دینے کے قوانین بنائے جو مسیحی عقائد کی مخالفت کرتے تھے، چاہے وہ جسمانی سزا نہ ہو، لیکن سماجی اور معاشی طور پر انہیں مجرمانہ بنایا۔

۰ کرش کہتے ہیں کہ قسطنطین کا سب سے بڑا جرم "سوچ کی پولیسنگ" کا آغاز تھا—یہ پہلا موقع تھا جب ریاست نے کسی شخص کے دل کے عقیدے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی۔

۔٦ ناقدین کا گہرا ردعمل: کیا قسطنطین کا مسیحیت اتنی بری تھی؟

کرش کے خیالات کو چیلنج کرنے والے مورخین (مثلاً ریمنڈ ڈیوس، پال جانسن) نے درج ذیل نکات اٹھائے ہیں:

قسطنطین نے مذہب کو سیاست کا آلہ بنایا ان کا کہنا ہے کہ ہر قدیم حکمران مذہب کو سیاست کے لیے استعمال کرتا تھا (مصری فرعون، رومی شہنشاہ)، اس لیے قسطنطین کوئی خاص نہیں۔

اس نے شرک کو تباہ کیا حقیقت میں شرک کو تھیوڈوسیئس اول (۳۹۰ عیسوی) نے مکمل طور پر غیر قانونی قرار دیا، قسطنطین نے نہیں۔

اس نے مسیحیت کو فوجی مذہب بنایا اس کے باوجود مسیحیت نے امن اور عدم تشدد کے اپنے ابتدائی اصول کو کئی صدیوں تک برقرار رکھا۔

اس نے "مذہبی جبر" کا آغاز کیا قسطنطین سے پہلے رومی شہنشاہوں نے مسیحیوں کو سخت تشدد کا نشانہ بنایا، اس لیے قسطنطین کی پالیسیاں دراصل برداشت کی طرف ایک تبدیلی تھیں۔

۷۔ کرش کا حتمی فلسفیانہ نتیجہ
کرش کا کہنا ہے کہ قسطنطین نے ایک لامحدود نقصان کیا جس کا اظہار وہ درج ذیل سوالات میں کرتے ہیں:
"کیا مسیحیت قسطنطین کے بغیر زندہ رہ سکتی تھی؟"
اس کا جواب: شاید نہیں، کیونکہ وہ اسے ایک چھوٹے فرقے سے عالمی طاقت میں بدلنے والا پہلا حکمران تھا۔
"کیا مسیحیت قسطنطین کی وجہ سے تباہ ہو گئی؟"
اجی ہاں، کیونکہ اس نے مسیحیت کو ریاستی مذہب بنا کر اس کی روحانی پاکیزگی کو سیاسی داغ سے آلودہ کر دیا۔
کرش کا آخری جملہ (تقریباً): "قسطنطین نے کراس کو تخت پر بٹھایا، لیکن اس تخت کے نیچے مسیح کا خون اب بھی بہہ رہا تھا۔"
۸۔ اگلا مرحلہ: جولین (مرتد) — وہ شخص جس نے قسطنطین کے کام کو الٹنے کی کوشش کی
کرش کے نزدیک، جولین وہ واحد شخص تھا جس نے قسطنطین کی توحیدی فتح کو الٹنے کی حقیقی کوشش کی، اور اس کی ناکامی نے شرک کی موت کو حتمی شکل دی

Godism

۱۔ جولین کا پس منظر: ایک مظلوم بچپن سے نفرت تک

کرش جولین کی شخصیت کے اس کے تلخ ماضی سے جوڑتے ہیں:

• جولین قسطنطین کا بھتیجا تھا جب قسطنطین کا بیٹا (کونسٹینٹیوس دوم) بادشاہ بنا، تو اس نے اپنے تمام کزنز (بشمول جولین کے والد اور بھائی) کو قتل کر دیا تاکہ تخت کو محفوظ کر سکے۔

جولین خود بچ گیا، لیکن اسے نظربند کر کے ایک دور دراز اسٹیٹ میں بھیج دیا گیا۔

کرش کہتے ہیں کہ اس ظلم نے جولین کے دل میں مسیحیت سے گہری نفرت پیدا کی، کیونکہ اس نے دیکھا کہ مسیحی بادشاہ اپنے ہی خاندان کو قتل کر رہے ہیں — یہ وہ محبت نہیں تھی جو مسیح سکھاتا ہے۔

۲۔ تعلیم اور فکری تبدیلی: شرک کی طرف واپسی

جولین کو ایک روشن ذہن کے طور پر پالا گیا، اسے یونانی فلسفہ (خاص طور پر افلاطون) اور شرک کی قدیم روایات سے متعارف کرایا گیا:

• اس نے مائیکلینڈز اور نیتھن (افلاطونی فلسفی) سے تعلیم حاصل کی، جنہوں نے اسے سکھایا کہ شرک صرف بت پرستی نہیں، بلکہ ایک گہرا روحانی نظام ہے جو کائنات کے اسرار کو سمجھاتا ہے۔

کرش کے مطابق، جولین نے مسیحیت کو ایک "وحشیوں کا مذہب" سمجھا جو یونانی عقلمندی کو رد کرتا ہے۔ اس نے طے کیا کہ اگر وہ بادشاہ بنا تو وہ شرک کو بحال کرے گا۔

۳۔ جولین کی اصلاحات: شرک کو جدید بنانا

عامر ثقلین

Godism

جب جولین بادشاہ بنا (۳۶۱ عیسوی)، تو اس نے شرک کو بحال کرنے کے لیے ہوئیں
منصوبہ بند حکمت عملی بنائی، جسے کرش چار حصوں میں بیان کرتے ہیں۔
1. تاریخی تنقید: اس نے کہا کہ مسیحیت کا عقیدہ (خاص طور پر یسوع کی الوہیت) یونانی فلسفہ کے مقابلے میں غیر معقول ہے۔
2. اخلاقی موازنہ: اس نے کہا کہ مسیحی "اپنے دشمنوں سے محبت" کا اصول تو پڑھاتے ہیں، لیکن جب وہ طاقت میں آتے ہیں تو اپنے مخالفین کو قتل کرتے ہیں — جولین نے اسے منافقت قرار دیا۔
3. ثقافتی بحالی: اس نے یونانی ادب، فلسفہ اور فنون کو فروغ دیا، جنہیں مسیحی "کافر" کہہ کر نظر انداز کر رہے تھے۔

۵۔ انجام: شام کی جنگ اور موت (۳۶۳ عیسوی)

جولین نے فارسی سلطنت کے خلاف ایک فوجی مہم شروع کی، جسے کرش "خودکش مہم" قرار دیتے ہیں:

- وہ چاہتا تھا کہ ایک بڑی فوجی فتح شرک کی بحالی کو ثابت کرے۔
- لیکن شام کے صحرا میں اسے ایک فارسی تیر لگا، اور وہ مر گیا۔
- کرش کے مطابق، جولین کی موت سے پہلے اس کے الفاظ تھے: "اے گلیلیوں (مسیحیو)، تم جیت گئے!" — یہ اس کی مایوسی کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔

۶۔ کرش کا حتمی تجزیہ: جولین کی ناکامی کیوں ہوئی؟

عامر ثقلین

کرش جولین کی ناکامی کی چار وجوہات بتاتے ہیں:

1. وقت کی کمی: اس نے صرف دو سال حکومت کی — اتنی قلیل مدت میں کوئی بڑی تبدیلی ممکن نہیں۔

2. مسیحیت کی مضبوط جڑیں: قسطنطین اور اس کے جانشینوں نے مسیحیت کو معاشی اور سماجی طور پر اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ اسے اکھاڑنا ناممکن تھا۔

3. شرک کا اپنا کمزوری: شرک ایک منظم نظام نہیں تھا، اس کا کوئی ایک مرکزی رہنما، کوئی ایک کتاب، کوئی ایک نظریہ نہیں تھا۔ جولین نے اسے منظم کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ناکام رہا۔

4. خون کی کمی: جولین نے مسیحیوں کو قتل نہیں کیا — وہ تشدد نہیں کرنا چاہتا تھا، جبکہ مسیحیوں نے بعد میں شرک کو خون اور آگ سے ختم کیا۔

۔7 کرش کا اخلاقی نتیجہ: جولین — ایک المیہ ہیرو

کرش جولین کو ایک المیہ کردار قرار دیتے ہیں:

· وہ ایک ذہین، منصف اور روادار حکمران تھا، لیکن اس کی رواداری ہی اس کی ناکامی تھی — اس نے مسیحیوں کو ختم نہیں کیا، اور انہوں نے اسے ختم کر دیا۔

کرش کہتے ہیں کہ اگر جولین زندہ رہتا تو شاید دنیا کی تاریخ مکمل طور پر بدل جاتی —
شرک اور توحید کی جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوتا، اور دنیا میں مذہبی تنوع برقرار رہتا۔
• لیکن جولین کی موت کے ساتھ ہی شرک کی آخری امید ختم ہو گئی، اور چند سال بعد
تھیوڈوسیئس اول نے شرک کو مکمل طور پر غیر قانونی قرار دے دیا۔
۸۔ کرش کا آخری سوال: کیا جولین کا خواب ممکن تھا؟

کرش یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا کوئی ایسی دنیا ممکن تھی جہاں توحید اور شرک ایک
ساتھ موجود ہو سکتے تھے؟

• وہ کہتے ہیں کہ جولین نے اس کا خواب دیکھا، لیکن تاریخ نے اسے مسترد کر دیا۔
• اور آج بھی، جب ہم مذہبی جنگوں اور انتہا پسندی کو دیکھتے ہیں، تو جولین کا خواب ایک
کھوئی ہوئی ممکنہ دنیا کی یاد دلاتا ہے۔

Godism

اب ہم اس کتاب
کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کریں گے۔
کرش کے نظریات کی کمزوریاں
۔1 تاریخی حقائق کا انتخاب اور مبالغہ آرائی

کرش اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے واقعات کو چن چن کر پیش کرتے ہیں اور انہیں مبالغہ آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں:

کرش کا دعویٰ حقیقت / مورخین کا ردعمل

اخیناتن نے توحید ایجاد کی جدید ماہرینِ مصر (مثلاً ڈونلڈ ریڈ فورڈ) کہتے ہیں کہ اخیناتن کا مذہب "توحید" نہیں، بلکہ "ایک خدا پرستی" (Henotheism) تھا — وہ دوسرے دیوتاؤں کے وجود کو تو مانتا تھا، لیکن صرف ایک کی عبادت کرتا تھا۔

یوشیاہ نے تشدد سے توحید مسلط کی بائبلی مورخین کہتے ہیں کہ یوشیاہ کی اصلاحات کا اصل ہدف انسانی قربانیاں اور سماجی ناانصافی تھا، نہ کہ محض شرک کو ختم کرنا۔ اس کے علاوہ، اس دور کے آثارِ قدیمہ میں تشدد کے کوئی بڑے ثبوت نہیں ملے۔

قسطنطین نے مذہب کو سیاست کا آلہ بنایا یہ تو درست ہے، لیکن کرش یہ بتانا بھول گئے کہ ہر قدیم حکمران ایسا کرتا تھا — یہ کوئی نئی بات نہیں۔ مصری فرعون، رومی شہنشاہ، سب مذہب کو سیاست کے لیے استعمال کرتے تھے۔

Godism

جولین ایک روادار شرک پرست تھا کرش جولین کو بہت مثالی بنا دیتے ہیں، جبکہ حقیقت میں جولین نے بھی مسیحی بشپس کو جلاوطن کیا اور ان پر پابندیاں لگائیں — وہ اتنا روادار نہیں تھا جتنا کرش بتاتے ہیں۔۔

۔۲ "توحید = تشدد" کا آسان فارمولا

کرش کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ توحید فطری طور پر عدم رواداری اور تشدد پیدا کرتی ہے، جبکہ شرک رواداری اور تنوع پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہ ایک بہت آسان اور سطحی نتیجہ ہے۔۔

اعتراض وضاحت

شرک بھی تشدد کرتا تھا رومی سلطنت نے مسیحیوں کو سینکڑوں سال تک شیروں کے آگے پھینکا، انہیں جلایا اور مصلوب کیا— یہ شرک کا تشدد تھا۔ اسی طرح یونانیوں نے سقراط کو زہر دیا، مصریوں نے بہت سے فرقوں کو ستایا۔

توحید کے اندر بھی رواداری ہے صوفیاء، جلال الدین رومی، اور ابن عربی جیسے توحید پرستوں نے رواداری اور محبت کا پیغام دیا۔ کرش ان مثبت پہلوؤں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

عامر ثقلین

مسئلہ "مذہب" نہیں، "سیاست" ہے جدید مورخین (مثلاً کیرن آرمسٹرانگ) کہتے ہیں کہ تشدد کا تعلق مذہب سے نہیں، بلکہ سیاسی اور معاشی مفادات سے ہے۔ مذہب صرف ایک آلہ ہے، جسے طاقت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔

۔۳ جولین کو "مظلوم ہیرو" بنا دینا

کرش جولین کو ایک روادار، ذہین اور منصف حکمران کے طور پر پیش کرتے ہیں، لیکن یہ ایک یکطرفہ تصویر ہے:

· جولین نے مسیحی بشپس کو جلاوطن کیا، ان کی جائیدادیں ضبط کیں، اور مسیحی بچوں کو یونانی اسکولوں میں پڑھنے سے روک دیا۔

· اس نے مسیحیوں کو "گلیلیوں" (Galileans) کہہ کر طعنے دیے — یہ کوئی رواداری نہیں تھی۔

· کرش جولین کو ایک المیہ ہیرو بنا دیتے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ ایک ناکام سیاسی منصوبہ ساز تھا جس کی پالیسیاں غیر عملی تھیں

۴۔ "ممکنہ متبادل تاریخ" کا مغالطہ

کرش یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر جولین زندہ رہتا تو کیا دنیا میں مذہبی تنوع برقرار رہ سکتا تھا؟ لیکن یہ ایک غیر تاریخی (unhistorical) سوال ہے:

• مورخین کا کہنا ہے کہ چوتھی صدی عیسوی میں شرک کا نظام خود اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ختم ہو رہا تھا — اسے فلسفیانہ اور سماجی طور پر بہت سے چیلنجز درپیش تھے۔

• جولین کی موت کے بعد بھی شرک کچھ عرصہ زندہ رہا، لیکن اس کی سماجی مقبولیت ختم ہو چکی تھی۔۔۔

۵۔ جدید دور سے غیر ضروری موازنہ

کرش کتاب کے آخر میں ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ کے حملوں کا ذکر کرتے ہیں اور اسے قدیم توحید-شرک کی جنگ سے جوڑتے ہیں، لیکن یہ موازنہ بہت کمزور ہے:

• جدید مذہبی انتہا پسندی کا تعلق نوآبادیات، معاشی پسماندگی، اور سیاسی ناانصافیوں سے ہے، نہ کہ صرف توحید کے نظریے سے۔

• کرش اس جدید تناظر کو سمجھنے کے بجائے ایک آسان تاریخی استعارہ پیش کر دیتے ہیں۔

Godism



Georg Wilhelm Friedrich Hegel was a 19th-century German philosopher who revolutionized Western philosophy through his concept of *Absolute Idealism* and his evolutionary method of logic known as the *dialectic*. He argued that human history and reality are driven by a rational, evolving cosmic spirit (*Geist*) that develops through contradictions. W Wikipedia +2

عامر ثقلین

Godism

ہیگل کے فلسفے میں خدا کا تصور روایتی مذہبی تصورات سے یکسر مختلف ہے۔ وہ خدا کو ایک علیحدہ، ماورائے کائنات ہستی نہیں سمجھتا بلکہ اسے "مطلق روح" (Absolute Spirit) کے طور پر دیکھتا ہے، جو کائنات کا داخلی جوہر اور عقلی ڈھانچہ ہے۔

ہیگل کے نزدیک خدا کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. خدا بطور مطلق اور عقلیت

ہیگل کے لیے خدا کوئی شخصی یا انسانی شکل والا وجود نہیں بلکہ مطلق (The Absolute) ہے، یعنی مکمل حقیقت۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ مطلق عقلی ہے، اور کائنات اسی عقلیت کا ظہور ہے۔

حوالہ: "جو عقلی ہے، وہ حقیقی ہے؛ اور جو حقیقی ہے، وہ عقلی ہے۔"

— "فلسفہ قانون کے بنیادی اصول" (1821) کا دیباچہ

یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقت کا مجموعی ڈھانچہ ہی عقلی ہے، اور یہی عقلیت خدا کی فطرت ہے۔

2. خدا بطور جدلیاتی عمل

خدا ایک ساکن چیز نہیں بلکہ ایک حرکیاتی عمل ہے جسے ہیگل "جدلیات" (Dialectic) کہتا ہے۔ اس عمل میں مطلق روح مسلسل خود کو ظاہر کرتی، اپنی ضد یا دوسرے پن میں داخل ہوتی، اور پھر ایک اعلیٰ وحدت میں واپس آتی ہے (تھیسس، اینٹی تھیسس، سنتھیسس)۔

عامر ثقلین

حوالہ: "سچ ایک مکمل ہے۔ مطلق بنیادی طور پر نتیجہ ہے، صرف آخر میں وہی ہے جو وہ حقیقت میں ہے... یہ صرف خود بننے کا عمل ہے۔"

— "روح کا مظہریات")،1807) دیباچہ

اس کا مطلب ہے کہ خدا کی حقیقت اپنے آپ کو تاریخ اور فکر کے ذریعے مکمل کرنے کے عمل میں ہے۔

3. فطرت اور تاریخ میں خدا کا تجسم

ہیگل خدا اور دنیا کو دو الگ چیزیں نہیں مانتا۔ فطرت اور انسانی تاریخ مطلق روح کے خود کو ظاہر کرنے کے مراحل ہیں۔ تاریخ دراصل "خدا کا سوانح عمری" ہے، جہاں روح رفتہ رفتہ اپنی آزادی کا ادراک کرتی ہے۔

حوالہ: "کہ دنیا کی تاریخ کا انتظام دراصل عقلی رہا ہے... یہ عقلیت خدا کی حکمت کا ثبوت ہے۔"

— "تاریخ کا فلسفہ" (1837) کے لیکچرز

اس طرح تاریخ کے واقعات بے ترتیب نہیں بلکہ ایک الٰہی منصوبے کا حصہ ہیں، جو مطلق روح کی خود شناسی ہے۔

4. خدا بطور روح

ہیگل کے نزدیک خدا کی حقیقی فطرت روح ہے، نہ کہ محض جوہر ()substanc۔e
اس کے مشہور ترین اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ مطلق کو بطور جوہر نہیں بلکہ "بطور موضوع" سمجھنا چاہیے، یعنی ایک زندہ، خود شناس سرگرمی۔

حوالہ: "میری رائے میں، جس کا جواز صرف نظام کی پیش کش سے ہو سکتا ہے، ہر چیز کا دارومدار سچ کو بطور جوہر نہیں بلکہ اسی حد تک بطور موضوع ظاہر کرنے اور سمجھنے پر ہے۔"

— "روح کا مظہریات")،1807) دیباچہ

"روح" سے مراد وہ مطلق ہے جو اپنے آپ کو جانتا ہے اور دوسرے پن سے گزر کر اپنی طرف واپس آتا ہے، یعنی محبت اور شناخت کا عمل۔

5. مذہبی تصورات کی عقلی تعبیر

ہیگل نے مسیحیت کے کلیدی عقائد، جیسے تثلیث اور تجسم، کو اپنے فلسفے کی عقلی تصدیق کے طور پر دیکھا۔ تثلیث (باپ، بیٹا، روح القدس) اس کے جدلیاتی ڈھانچے کی علامتی نمائندگی ہے:

· باپ (خدا): اپنے آپ میں مطلق خیال۔
· بیٹا (مسیح): دوسرا پن، فطرت اور محدود دنیا میں خدا کا ظہور۔

عامر ثقلین

· روح القدس: وہ ترکیب جہاں جماعت خود کو خدا کے ساتھ یکجان محسوس کرتی ہے۔
حوالہ: "فلسفہ اس لیے الٰہیات ہے... فلسفہ کا مذہب کے ساتھ وہی تعلق ہے جو تصور کا تمثیل سے ہے۔"
— "مذہب کا فلسفہ" کے لیکچرز
یہاں وہ واضح کرتا ہے کہ فلسفہ وہی سچائی بیان کرتا ہے جو مذہب علامتی زبان میں بیان کرتا ہے، یعنی خدا اور انسان کی وحدت۔

6. خدا بطور خود شناس فکر

ہیگل کے نظام کی انتہا پر، خدا وہ فکر ہے جو خود اپنے آپ کو سوچتی ہے۔ ارسطو کی طرح، ہیگل کا خدا بھی "فکر کی فکر" ہے، لیکن یہ کوئی جامد خود شناسی نہیں بلکہ وہ مکمل خود آگاہی ہے جو انسانی شعور اور فلسفے کی تاریخ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔
حوالہ: "مطلق روح کا اپنے آپ کا علم... یہ وہ واحد سچائی ہے جسے فلسفہ پہچانتا ہے اور جسے وہ ثابت کرتا ہے... خدا صرف اس حد تک خدا ہے جہاں تک وہ خود کو جانتا ہے؛ اس کا خود جاننا مزید برآں، انسان میں اس کا خود شعور ہے اور انسان کا خدا کا علم، جو خدا کے خود جاننے کی طرف بڑھتا ہے۔"
— "روح کا فلسفہ" (انسائیکلوپیڈیا، جلد سوم)

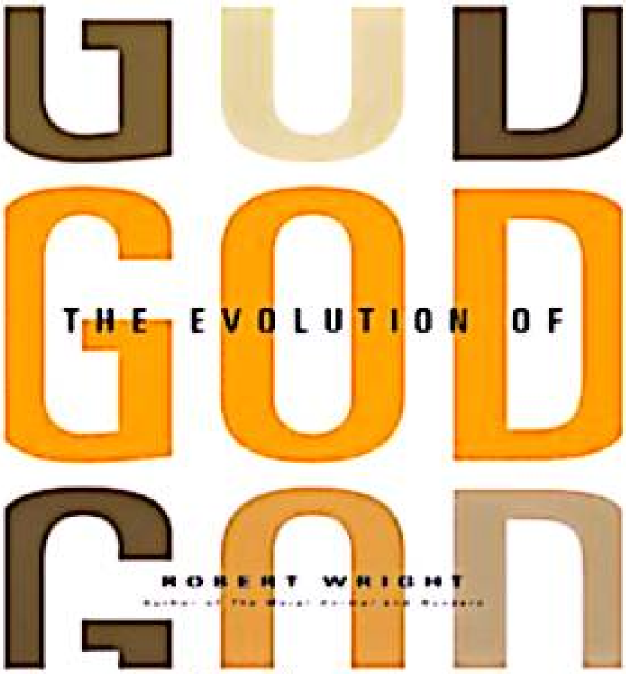
Godism

خلاصہ
ہیگل کے فلسفے میں خدا کوئی شخص نہیں بلکہ ایک عقلی، خود شناس، اور تاریخی عمل ہے جو ہر شے میں موجود ہے۔ اس کی خصوصیات یہ ہیں:

1. کلیت: وہ تمام حقیقت کا مجموعہ ہے (وحدت الوجودی تصور)۔
2. عقلیت: وہ خالص عقل یا خیال ہے۔
3. حرکیت: وہ جدلیاتی طور پر خود کو ظاہر کرتا ہے۔
4. حلول: وہ فطرت اور انسانی تاریخ میں جلوہ گر ہے۔
5. روحانیت: وہ جوہر نہیں بلکہ خود شناس موضوع ہے۔

ہیگل کا مشہور قول اس کے پورے تصورِ خدا کو سمیٹتا ہے کہ خدا کوئی دور کی ہستی نہیں، بلکہ وہ عقل و شعور ہے جو کائنات میں، اور بالخصوص انسان کے ذریعے، اپنے آپ کو پہچان رہا ہے۔

The Evolution of God



Book cover

Author	Robert Wright
Language	English
Subject	God
Publisher	Little, Brown and Company
Publication date	June 8, 2009
Publication place	United States

عامر ثقلین

The Evolution of God is a 2009 book by Robert Wright, in which the author explores the history of the concept of God in the three Abrahamic religions through a variety of means, including archaeology, history, theology, and evolutionary psychology. The patterns which link Judaism, Christianity, and Islam and the ways in which they have changed their concepts over time are explored as one of the central themes.

Wikipedia

عامر ثقلین

Godism

رابرٹ رائٹ کے تصور "غیر صفری جمع" (Non-Zero-Sumness) کی اردو میں وضاحت:

بنیادی تصور: کھیل کا نتیجہ

یہ اصطلاح گیم تھیوری سے آئی ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے پہلے اس کے برعکس تصورات دیکھتے ہیں:

· صفری جمع (Zero-Sum): ایک کھلاڑی کا فائدہ دوسرے کا بالکل اتنا ہی نقصان۔ جیسے شطرنج میں میری جیت آپ کی ہار ہے۔ کل ملا کر نتیجہ "صفر" (Zero) رہتا ہے۔ میرا فائدہ = ‎+1، آپ کا نقصان = ‎-1۔ جمع = 0۔

· غیر صفری جمع (Non-Zero-Sum): اس صورت حال میں دونوں فریق ایک ساتھ جیت سکتے ہیں (Win-Win) یا ایک ساتھ ہار سکتے ہیں (-)LoseLos-e۔ کل نتیجہ صفر نہیں ہوتا۔

سادہ مثال

دو پڑوسی مل کر ایک پل بناتے ہیں۔

· صفری صورت: اگر ایک پڑوسی دوسرے سے پل کی اینٹیں چرا لے، تو ایک امیر ہوگا، دوسرا غریب۔

· غیر صفری صورت (Non-Zero-Sum): دونوں مل کر پل بناتے ہیں۔ اب دونوں کا آنا جانا آسان ہو گیا، دونوں کی تجارت بڑھ گئی۔ دونوں کا فائدہ ہوا، نتیجہ ‎+1 اور ‎+1 ہے، مجموعہ ‎+2 ہے۔ یہ "مثبت غیر صفری جمع" (Positive Non-Zero-Sum) ہے۔

عامر ثقلین

منفی غیر صفری جمع (Negative Non-Zero-Sum): اگر دونوں آپس میں لڑ پڑیں، پل ٹوٹ جائے اور دونوں زخمی ہو جائیں، تو دونوں کا نقصان ہوا۔ مجموعہ منفی ہے۔

رائٹ کے فلسفے میں اس کا مطلب

رابرٹ رائٹ کے نزدیک، انسانی تاریخ کا انجن یہی مثبت غیر صفری کھیل ہے۔

جب بھی حالات ایسے بنتے ہیں کہ لوگوں کو تعاون میں اپنا فائدہ نظر آتا ہے، وہ دشمنی چھوڑ کر مل بیٹھتے ہیں، تجارت کرتے ہیں اور امن قائم کرتے ہیں۔ اس تعاون کا دائرہ جتنا بڑا ہوتا ہے، انسانی تنظیم کا ڈھانچہ اتنا ہی وسیع ہوتا ہے (قبیلے سے ریاست، ریاست سے سلطنت، اور اب عالمی معیشت)۔

رائٹ کا اہم نکتہ: یہ صرف معاشی تعاون نہیں ہے، بلکہ اس تعاون کے ساتھ ساتھ انسان کا اخلاقی اور مذہبی شعور بھی بدلتا ہے۔ جب لوگوں کو احساس ہوتا ہے کہ ان کا فائدہ دوسرے کے فائدے میں بندھا ہے، تو وہ خدا کو بھی ایک ایسی ہستی کے طور پر دیکھنے لگتے ہیں جو محبت، رحم اور رواداری کا حکم دیتی ہے، نہ کہ قبیلے کے دشمنوں کو ختم کرنے کا۔

"خدا کے ارتقا" میں اس کا کردار

1. جب تجارتی راستوں نے عرب قبائل کو جوڑا، تو ایک دوسرے کو لوٹنے (صفری کھیل) کی بجائے مل کر تجارت کرنے (مثبت غیر صفری کھیل) میں فائدہ نظر آیا۔

2. اسی ماحول نے ایسے مذہب کی راہ ہموار کی جو کہتا ہے: "تمام مومن بھائی بھائی ہیں"، یعنی دائرہ وسیع کرو۔

3. خدا کا تصور قبائلی دیوتا سے بڑھ کر تمام انسانیت کے خدا کی طرف اسی لیے بڑھا، کیونکہ حقیقی دنیا میں "ہم" کا دائرہ بڑھ رہا تھا۔
خلاصہ: "غیر صفری جمع" وہ سائنسی اصول ہے جو بتاتا ہے کہ انسان دشمنی کیوں چھوڑتا ہے اور اخلاقی ترقی کیسے کرتا ہے۔ رائٹ کے مطابق، جہاں جہاں باہمی فائدے کا رشتہ بنتا ہے، وہیں خدا کا تصور بھی محبت کرنے والا بنتا ہے۔
رابرٹ رائٹ کے نظریے میں "جنگی خدا" سے مراد خدا کا وہ تصور ہے جو قبائلی اور قدیم انسانی معاشروں میں پایا جاتا تھا۔ یہ نظریہ ان کی کتاب "دی ایوولوشن آف گاڈ" کا ابتدائی اور بنیادی حصہ ہے۔
"جنگی خدا" کا نظریہ: بنیادی نکات
1. "ہم بمقابلہ وہ" کا خدا
رائٹ کے مطابق، شکاری اور چراگاہی معاشروں میں خدا (یا دیوتا) کسی عالمی خالق کے طور پر نہیں بلکہ ایک قبائلی سردار کی طرح تھا۔ اس کا کام اپنے قبیلے کی حفاظت کرنا اور دشمن قبیلوں کو تباہ کرنا تھا۔ اخلاقیات کا دائرہ بہت محدود تھا، یعنی اخلاقی برتاؤ صرف اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ کرنا تھا، باہر والوں کے ساتھ نہیں۔
2. کتاب مقدس میں جنگی خدا کی مثالیں
رائٹ بائبل (عہد نامہ قدیم) کی کئی کہانیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جہاں خدا بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر جنگ لڑتا ہے:

یروشلم کی فتح: جب یشوع بنی اسرائیل کو کنعان میں لے جا رہے تھے، خدا نے نہ صرف جنگ میں ان کی مدد کی بلکہ دشمن قوموں (جیسے عمالیق) کے مکمل خاتمے کا حکم دیا۔

• دشمن کے ساتھ کوئی رحم نہیں: رائٹ اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس دور میں "اپنے پڑوسی سے پیار کرو" کا حکم تھا، لیکن پڑوسی کی تعریف صرف "تمہارے اپنے لوگ" تھے۔ دوسری قوموں کے لیے حکم تھا: "ان کے ساتھ کوئی عہد نہ کرنا اور نہ ہی ان پر رحم کرنا۔" (استثنا 7 باب)

3. سیاسی و معاشی وجوہات (صفری جمع کا کھیل)

یہ جنگی خدا کا تصور کیوں ابھرا؟ رائٹ اسے "صفری جمع" (Zero-Sum) صورت حال سے جوڑتا ہے:

جب وسائل محدود ہوں اور دوسرے قبیلے کا فائدہ صرف آپ کے نقصان سے ممکن ہو، تو دشمنی عروج پر ہوتی ہے۔ ایسے میں قبیلے کو زندہ رہنے کے لیے ایک ایسے طاقتور دیوتا پر یقین کی ضرورت تھی جو بے رحم ہو، کیونکہ بقا کا کھیل ہی بے رحم تھا۔ خدا کی صفات لوگوں کی زمینی ضرورتوں کا عکس تھیں۔

نظریے کا اہم موڑ: خدا کیوں بدلا؟
رائٹ صرف جنگی خدا کو بیان نہیں کرتا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ وہاں سے محبت کرنے والے خدا تک سفر کیسے ہوا:

· جلاوطنی اور سیاسی زوال: جب بنی اسرائیل اپنی زمین کھو بیٹھے اور بابل میں غلام بن گئے، تو ان کی جنگی طاقت ختم ہو گئی۔ اب وہ دشمن کو مار کر نہیں جیت سکتے تھے۔

· تصور کی تبدیلی: اسی شکست اور بے بسی کے عالم میں نبیوں نے ایک نیا نظریہ پیش کیا: خدا نے ہمیں ہماری غلطیوں کی سزا دی ہے۔ خدا اب بھی طاقتور ہے، لیکن اب وہ انصاف کرنے والا اور عالمی حاکم ہے جو تمام قوموں کو ان کے گناہوں پر سزا دیتا ہے (بشمول خود بنی اسرائیل کے)۔ یہ جنگی دیوتا سے زیادہ اخلاقی اور عالمگیر خدا کی طرف پہلا بڑا قدم تھا۔

· دائرے کی توسیع: بعد میں، جب رومی سلطنت نے مختلف قوموں کو ایک سیاسی اور تجارتی نظام میں جوڑا (غیر صفری جمع کا کھیل بڑھا)، تو مسیحیت نے "دشمن سے بھی پیار کرو" کا تصور دے کر اس جنگی خدا کو پیچھے چھوڑ دیا۔

Godism

خلاصہ: رائٹ کے نزدیک، جنگی خدا کوئی مستقل حقیقت نہیں بلکہ انسانی تاریخ کے اس دور کی پیداوار تھا جب قبیلے ایک دوسرے کے خلاف صفری جمع کے کھیل میں پھنسے ہوئے تھے۔ جیسے جیسے لوگوں نے تعاون میں فائدہ دیکھا، خدا کی صفات میں سے جنگ کا عنصر کم ہوتا گیا اور رحمت و محبت کا عنصر بڑھتا گیا۔

رابرٹ رائٹ کے نظریے میں "ایک خدا کی طرف سفر" محض ایک مذہبی تبدیلی نہیں بلکہ ایک گہری سیاسی اور سماجی مجبوری کا نتیجہ تھا۔ یہ سفر بتاتا ہے کہ بنی اسرائیل کا خدا جنگی قبائلی دیوتا سے نکل کر واحد، عالمگیر اور اخلاقی خدا کیسے بنا

اس سفر کو رائٹ نے تین بڑے ارتقائی مراحل میں تقسیم کیا ہے:

1. توحید پرستی نہیں، "یکتا پرستی" (Monolatry)

رائٹ کے مطابق، ابتدا میں بنی اسرائیل کبھی بھی "واحد خدا" کے قائل نہیں تھے۔ وہ "یکتا پرست" تھے، یعنی وہ مانتے تھے کہ بہت سے خدا موجود ہیں، لیکن ان کا اپنا قومی خدا "یہوواہ" ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

· ثبوت: بائبل کے اندر ہی ایسی آیات موجود ہیں جہاں دوسرے خداؤں کا وجود تسلیم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، "سب معبودوں سے یہوواہ ہی بزرگ ہے"۔ اس کا مطلب ہے کہ دوسرے معبودوں کا وجود مانا گیا، بس یہوواہ کو ان سے بلند ترین قرار دیا گیا۔

· مقصد: اس وقت خدا قوم کا محافظ تھا، جیسے دوسری قوموں کے اپنے دیوتا تھے۔

عامر ثقلین

2. سیاسی المیہ: جلاوطنی کا دھچکا

یہ سفر کا سب سے اہم موڑ تھا۔ 586 قبل مسیح میں بابل کی فوج نے یروشلم کو تباہ کر دیا اور بنی اسرائیل کے رہنماؤں کو غلام بنا کر بابل لے گئی۔

· نظریاتی بحران: اس وقت کا جنگی نظریہ یہ تھا کہ "ہمارا خدا سب سے طاقتور ہے اور ہمیں فتح دلاتا ہے"۔ لیکن اب صورت حال یہ تھی کہ بنی اسرائیل عبرتناک شکست کھا چکے تھے۔ سوال یہ تھا: کیا بابل کا دیوتا "مردوک" یہوواہ سے زیادہ طاقتور ہے؟

· نبیوں کا انقلابی جواب (خاص طور پر یرمیاہ اور حزقی ایل): نبیوں نے شکست کی ایک بالکل نئی تشریح پیش کی۔ انہوں نے کہا: نہیں، یہوواہ کمزور نہیں ہوا، بلکہ یہوواہ نے خود بابل کی فوج کو ایک آلہ کار کے طور پر استعمال کیا تاکہ بنی اسرائیل کو ان کے گناہوں اور عہد شکنی کی سزا دی جا سکے۔

· نتیجہ: یہ ایک زلزلہ خیز تبدیلی تھی۔

· پہلے: خدا صرف ہماری طرف سے لڑتا تھا۔

· اب: خدا پوری دنیا کا منصف ہے، جو کسی بھی قوم کو، حتیٰ کہ اپنی چنی ہوئی قوم کو بھی، سزا دے سکتا ہے۔ خدا کی طاقت کا دائرہ بابل تک پھیل گیا۔

3. حقیقی توحید (Monotheism) کا ظہور

جلاوطنی کے دوران اور اس کے بعد ایک آخری قدم اٹھایا گیا، جسے "دوئم یسعیاہ" کہا جاتا ہے۔

دوسرے خداؤں کا خاتمہ: اب نبیوں نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ دوسرے خداؤں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یہ محض پتھر اور لکڑی کے بت ہیں۔ صرف ایک ہی خدا ہے، اور وہی کائنات کا خالق ہے۔

· عالمگیر مشن: یہ واحد خدا صرف اسرائیل کا نہیں بلکہ تمام قوموں کا خدا بن گیا۔ اسرائیل کا مشن اب یہ تھا کہ وہ اس ایک سچے خدا کی روشنی کو پوری دنیا میں پھیلائے۔

رائٹ کا بنیادی نکتہ: محرک کیا تھا؟

رائٹ پوچھتا ہے کہ یہ انوکھا نظریہ (واحد خدا) یونانیوں، رومیوں یا مصریوں میں کیوں پیدا نہیں ہوا، صرف اسرائیل میں کیوں ہوا؟

اس کا جواب وہ سیاسی کمزوری اور غیر صفری کھیل میں دیتا ہے:

· صفری صورت حال: اسرائیل جغرافیائی طور پر سلطنتوں (مصر، اشوریہ، بابل) کے درمیان ایک چھوٹا اور کمزور ملک تھا۔ وہ جنگی طور پر کبھی بھی بڑی طاقتوں کو نہیں ہرا سکتے تھے۔

· نظریاتی موافقت: چونکہ وہ جنگی میدان میں نہیں جیت سکتے تھے، اس لیے انہوں نے نظریاتی میدان میں "جیتنے" کا راستہ نکالا۔ ایک عالمی خدا کے تصور نے انہیں ایک نئی شناخت دی: "ہم ایک عظیم، اخلاقی سچائی کے حامل ہیں، چاہے ہم سیاسی طور پر غلام ہی کیوں نہ ہوں۔"

Godism

تجارت اور تعلق: جلاوطنی کے بعد، یہودی مختلف سلطنتوں میں پھیل گئے اور تاجر بن گئے۔ ایک ہی خدا کا تصور، جو اخلاقی اصول دیتا ہے، مختلف ثقافتوں کے درمیان تجارت اور معاہدوں کے لیے ایک بہترین بنیاد ثابت ہوا۔

خلاصہ: رائٹ کے نزدیک، ایک خدا کی طرف سفر ایک قوم کے زندہ رہنے کی جبلت سے پیدا ہوا۔ جب سیاسی اور فوجی راستے بند ہو گئے، تو ان کے نظریے نے ایک "اخلاقی اور عالمگیر خدا" ایجاد کر کے انہیں نہ صرف ذہنی طور پر زندہ رکھا بلکہ دنیا کو ایک ایسا تصور دیا جس نے آگے چل کر مسیحیت اور اسلام کی بنیاد رکھی۔

رابرٹ رائٹ مسیحیت اور اسلام کو "خدا کے ارتقا" کی اسی کہانی کی اگلی دو منزلوں کے طور پر دیکھتا ہے، جن کا محرک وہی بنیادی اصول ہے: "غیر صفری جمع" (Non-Zero-Sumness) کا پھیلتا ہوا دائرہ۔ دونوں مذاہب نے اپنے اپنے وقت میں محبت اور بھائی چارے کے دائرے کو وسیع کیا، مگر دونوں کے اندر "اندرونی گروہ" اور "بیرونی گروہ" کی پرانی کشمکش بھی برقرار رہی۔

عامر ثقلین

Godism

مسیحیت کے بارے میں نظریہ: "محبت کا انقلاب"

رائٹ کے نزدیک، مسیحیت کا ظہور یسوع مسیح کی اخلاقی تعلیمات کی وجہ سے نہیں ہوا (یہ تعلیمات یہودی روایت میں پہلے سے موجود تھیں)، بلکہ اس لیے ہوا کہ ایک خاص سیاسی اور سماجی ماحول نے ان تعلیمات کو عالمگیر بنا دیا۔

1. پولوس رسول کا کلیدی کردار:

رائٹ کے نظریے میں حضرت عیسیٰؑ نہیں بلکہ پولوس رسول مرکزی کردار ہیں۔ پولوس نے مسیحیت کو ایک چھوٹے یہودی فرقے سے نکال کر پوری رومی سلطنت کے لیے ایک کھلا مذہب بنایا۔

· نسلی رکاوٹ کو توڑنا: پولوس نے اعلان کیا کہ نجات کے لیے یہودی شریعت (ختنہ، غذائی قوانین) پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ یہ ایک بہت بڑا عملی قدم تھا جس نے غیر قوموں کے لیے مسیحیت کا دروازہ کھول دیا۔

· دائرے کی وسیع ترین توسیع: یہ پہلا موقع تھا کہ "محبت" کا تصور قبیلے اور قوم سے نکل کر کسی بھی نسل اور ثقافت کے فرد کے لیے عام ہو گیا۔

2. رومی سلطنت کا "غیر صفری" ماحول:

رائٹ اس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ تبدیلی محض روحانی نہیں تھی بلکہ زمینی حقائق سے جڑی تھی:

عامر ثقلین

رومی سلطنت نے بحیرہ روم کی تمام قوموں کو ایک سیاسی نظام، ایک معیشت اور ایک زبان (یونانی) میں جوڑ دیا تھا۔

· مختلف ثقافتوں کے لوگ اب ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کر رہے تھے، شہروں میں اکٹھے رہ رہے تھے اور ان کے درمیان باہمی انحصار بڑھ رہا تھا۔

· اس "مثبت غیر صفری جمع" کے ماحول میں ایک ایسے مذہب کی ضرورت تھی جو "ہم اور وہ" کی پرانی سوچ کو توڑ کر ایک نئی شناخت دے سکے: "اب نہ کوئی یہودی رہا نہ یونانی، نہ غلام نہ آزاد، کیونکہ تم سب مسیح میں ایک ہو۔"

3. مسیحیت کا تضاد:

رائٹ یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ عالمگیر محبت شروع سے ہی ایک تضاد رکھتی تھی۔ جب مسیحیت رومی سلطنت کا سرکاری مذہب بنی تو یہ بھائی چارے والا مذہب ایک سیاسی طاقت بن گیا، جس نے "باہر والوں" (یہودیوں اور غیر مسیحیوں) کے خلاف تعصب اور تشدد کو بھی جنم دیا۔

Godism

اسلام کے بارے میں نظریہ: "غیر صفری جمع کا کمال"

رائٹ اسلام کو اس ارتقائی سفر کی انتہائی کامیاب اور ترقی یافتہ مثال کے طور پر پیش کرتا ہے، خاص طور پر قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں۔ وہ اسے "بین القبائلی تعاون" کا شاہکار قرار دیتا ہے۔

1. عرب کا "صفری" مسئلہ:

زمانہ جاہلیت میں عرب قبائلی انتقام اور خونریز جنگوں (صفری جمع) کے چکر میں پھنسے ہوئے تھے۔ یہ ایک ایسی صورت حال تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے کا فطری دشمن تھا اور تعاون ناممکن تھا۔

2. قرآن کا حل: ایک "بہت بڑا مثبت غیر صفری کھیل"

رائٹ کے مطابق، قرآن نے اس مسئلے کا ایک انتہائی عملی اور ذہین حل پیش کیا

امت کا قیام: قرآن نے تمام مومنوں کو "بھائی" قرار دے کر قبیلے کی جگہ ایک بڑی "امت" کو شناخت کا مرکز بنایا۔ اس نے وفاداری کا مرکز قبیلے سے ہٹا کر پوری جماعت پر رکھ دیا۔

عامر ثقلین

تجارت کی حوصلہ افزائی: قرآن نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔ رائٹ اسے بہت اہم سمجھتا ہے۔ اس سے ایک ایسا معاشی ماحول بنا جہاں مختلف قبیلے آپس میں لڑنے کے بجائے مل کر تجارت کرنے لگے، کیونکہ اس میں سب کا فائدہ تھا۔
انتقام کا خاتمہ: خون بہا (دیت) اور قصاص کے قوانین نے انتقام کے اس نہ ختم ہونے والے چکر کو توڑا۔ یہ قبائلی معاشرے میں "منفی غیر صفری" (لڑائی میں سب کا نقصان) کو روکنے کا طریقہ تھا۔

3. دائرے کی توسیع اور اس کی حدود:
رائٹ کہتا ہے کہ قرآن نے "اہل کتاب" (یہودیوں اور مسیحیوں) کے لیے ایک خاص مقام رکھا، ان کے ساتھ سماجی اور معاشی تعلقات کی اجازت دی، جو اس وقت کے حساب سے مذہبی رواداری کا ایک وسیع دائرہ تھا۔

مگر: وہ یہ بھی نوٹ کرتا ہے کہ قرآن کی کچھ آیات (خاص طور پر مدنی دور کی) میں "کفار" اور "مشرکین" کے خلاف سخت رویہ اسی پرانے "ہم اور وہ" کے فرق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

خلاصہ: رائٹ مسیحیت اور اسلام دونوں کو اس بات کی اعلیٰ ترین مثالیں مانتا ہے کہ جب حقیقی دنیا میں تعاون کا دائرہ بڑھتا ہے تو خدا کا تصور بھی اخلاقی طور پر بلند ہو کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی محبت اور رحمت کے دائرے میں لے آتا ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ یہ ترقی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور عالمگیریت کے اس دور میں ہمیں "ہم اور وہ" کی بجائے "ہم سب" کے خدا کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔



René Descartes (1596–1650) was a **pioneering French philosopher, mathematician, and scientist**. Often called the "Father of Modern Philosophy", he is universally known for the maxim *"I think, therefore I am"* (Latin: *Cogito, ergo sum*) and for developing Cartesian dualism, the concept that the mind and body are separate substances. W Wikipedia +3

Godism

ڈیکارٹ کے فلسفے میں خدا کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے، لیکن ہیگل کے برعکس، یہ کوئی داخلی یا تاریخی عمل نہیں بلکہ ایک ماورائے کائنات، کامل، اور لامحدود جوہر ہے جو انسانی علم کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ڈیکارٹ شک کی بنیاد پر فلسفے کی عمارت کھڑی کرتا ہے اور خدا کو وہ واحد یقینی حقیقت ثابت کرتا ہے جو تمام دوسرے علوم کے لیے ضامن ہے۔

ذیل میں ڈیکارٹ کے فلسفۂ خدا کی اہم خصوصیات اور ان کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں:

1. فطری نور سے حاصل ہونے والا فطری تصور

ڈیکارٹ کے نزدیک خدا کا تصور کوئی ایجاد یا ثقافتی ورثہ نہیں بلکہ ایک فطری تصور (Innate Idea) ہے جو ہمارے ذہن میں پیدائشی طور پر موجود ہے، جیسے ایک کاریگر کا نشان اس کی بنائی ہوئی چیز پر ہوتا ہے۔

حوالہ: "خدا کا تصور میرے ذہن میں اس کاریگر کے نشان کی طرح نقش ہے جو اس نے اپنی کاریگری پر چھوڑا ہو۔"

— "التأملات در فلسفہ اولیٰ" ،(1641) تیسرا تامل

عامر ثقلین

Godism

یہ تصور ہمارے لیے فطری نور (Natural Light) کی طرح ہے، جسے ہم عقلی غور و فکر سے دریافت کرتے ہیں۔

2. خدا بطور لامحدود اور کامل جوہر

ڈیکارٹ کے لیے خدا لامحدود (Infinite)، ازلی (Eternal)، غیر متغیر (Immutable)، ہمہ دان (Omniscient) اور ہمہ قدرت (Omnipotent) جوہر ہے۔ تمام محدود اشیاء اپنے وجود اور صفات میں اسی لامحدود جوہر پر منحصر ہیں۔

حوالہ: "خدا کے نام سے میری مراد ایک ایسا لامحدود، ازلی، غیر متغیر، آزاد، ہمہ دان، ہمہ قدرت جوہر ہے جس نے مجھے اور باقی تمام موجود چیزوں کو، اگر وہ موجود ہیں، تخلیق کیا ہے۔"

— "التأملات"، تیسرا تأمل

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ خدا تمام کمالات کا مجموعہ ہے۔

عامر ثقلین

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ خدا تمام کمالات کا مجموعہ ہے۔

3. فکر اور امتداد کا علیحدہ ہونا

ڈیکارٹ کے مطابق خدا واحد حقیقی جوہر (Substance) ہے، کیونکہ صرف وہی اپنے وجود کے لیے کسی اور چیز کا محتاج نہیں۔ ذہن (فکر) اور مادہ (امتداد) دو محدود اور تخلیق کردہ جواہر ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، لیکن دونوں ہی خدا پر انحصار کرتے ہیں۔

حوالہ: "جوہر سے ہم صرف اس چیز کو سمجھ سکتے ہیں جو اس طرح وجود رکھتی ہے کہ اسے وجود کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صرف ایک ہی جوہر ہے جسے سمجھا جا سکتا ہے کہ اسے کسی اور چیز کی بالکل ضرورت نہیں، یعنی خدا۔"

— "فلسفے کے اصول")،1644) حصہ اول، اصول 51

4. وجودیاتی دلیل

ڈیکارٹ خدا کے وجود کے لیے اپنی مشہور وجودیاتی دلیل (Ontological Argument) پیش کرتا ہے۔ اس کا استدلال یہ ہے کہ جس طرح مثلث کے تصور میں اس کی تین زاویوں والی خاصیت لازم ہے، اسی طرح کامل ترین ہستی کے تصور میں وجود کا ہونا لازم ہے، کیونکہ وجود ایک کمال ہے۔

حوالہ: "جس طرح مثلث کے تصور سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کے تین زاویے دو قائموں کے برابر ہیں، اسی طرح میں یہ سوچنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ وجود خدا سے لازم ہے... کیونکہ وجود ایک کمال ہے۔"

— "تاملات"، پانچواں تامل

عامر ثقلین

5. علّی دلیل

ڈیکارٹ کی دوسری بڑی دلیل علّی دلیل (Causal Argument) ہے، جو اس کے مشہور قول "میں سوچتا ہوں، پس میں ہوں" سے شروع ہوتی ہے۔ استدلال کا خلاصہ یہ ہے:

1. میرے پاس ایک کامل اور لامحدود ہستی کا تصور موجود ہے۔

2. میں خود ایک محدود اور نامکمل ہستی ہوں، اس لیے میں اس تصور کا سبب نہیں بن سکتا (کیونکہ معلول اپنے علّے سے زیادہ کامل نہیں ہو سکتا)۔

3. لہٰذا، اس تصور کا سبب ایک ایسی ہستی ہونی چاہیے جو واقعی لامحدود اور کامل ہو، یعنی خدا۔

حوالہ: "یہ سوال کہ میں، جو ایک کامل تر ہستی کا یہ تصور رکھتا ہوں، خود کہاں سے ہوں... یہ جان کر کہ میں نے تسلیم کیا ہے کہ کوئی چیز بھی عدم سے پیدا نہیں ہو سکتی اور جو زیادہ کامل ہے وہ اس سے پیدا نہیں ہو سکتی جو کم کامل ہے... میں خود اس تصور کا خالق نہیں ہو سکتا؛ لہٰذا یہ لازم ہے کہ اسے مجھ میں کسی ایسی ہستی نے رکھا ہو جو واقعی زیادہ کامل ہے... یعنی خدا۔"

— "تأملات"، تیسرا تأمل

6. خدا بطور علم کی ضمانت

ڈیکارٹ کے نظام میں خدا کا سب سے اہم کردار علم کی بنیاد فراہم کرنا ہے۔ وہ ایک شیطانی فریب کار کے امکان سے پریشان تھا۔ ایک کامل اور صادق خدا کو ثابت کرنے کے بعد ہی وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ہماری واضح اور ممتاز (Clear and Distinct) ادراکات سچے ہیں، کیونکہ خدا ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس طرح خدا خارجی دنیا اور ریاضی جیسے علوم کی حقیقت کی ضمانت بن جاتا ہے۔

عامر ثقلین

حوالہ: "یہ جاننے کے بعد کہ خدا موجود ہے... اور وہ فریب کار نہیں ہے... اب مجھے یقین ہے کہ وہ تمام چیزیں جو میں واضح اور ممتاز طور پر ادراک کرتا ہوں، خدا کی طرف سے اسی طرح پیدا کی گئی ہیں جیسا میں انہیں ادراک کرتا ہوں۔"
— "تأملات"، پانچواں تامل

خلاصہ

ڈیکارٹ کا خدا ایک ایسا ماورائی اور کامل جوہر ہے جو:

1. تخلیق کار ہے: اس نے ذہن اور مادے کے دو الگ الگ جواہر تخلیق کیے۔
2. علم کی اساس ہے: وہ "فریب کار خدا" کے شک کو ختم کرکے عقلی علم کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔
3. فطری تصور ہے: خدا کا تصور ہمارے ذہن پر کاریگر کے دستخط کی طرح ثبت ہے۔
4. ثبوت پذیر ہے: اس کا وجود وجودیاتی اور علی دلائل سے عقلی طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔

جہاں ہیگل کے لیے خدا ایک تاریخی عمل ہے، ڈیکارٹ کے لیے وہ ایک ابدی، غیر متغیر اور صادق ماورائی عقل ہے جو انسانی علم کی پہلی اینٹ ہے۔

عامر ثقلین



Javed Ahmad Ghamidi (born April 18, 1951) is a prominent Pakistani Islamic scholar, philosopher, and exegete. He is the founder of the Al-Mawrid Institute of Islamic Sciences and the former student of the renowned Islamic scholar Amin Ahsan Islahi. Ghamidi is well-known for his progressive, reformist, and rational interpretations of Islamic teachings.

W Wikipedia +4

Godism

اگر یہ چیز ثابت ہوجائے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو خدا کا تصور
از خودثابت ہوجائے گا۔۔
لہٰذا اس حوالے سے اب مسلم اسلامک سکالرز کی آراء پیش خدمت ہیں۔۔
"قرآن کلامِ خدا ہے"، جسے وہ اپنے اصولوں کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ ساتھ
میں ان کی معروف کتاب "میزان" کے حوالہ جات بھی پیش ہیں۔
غامدی صاحب کے نزدیک یہ ایک عقلی اور نقلی دونوں اعتبار سے ثابت شدہ حقیقت
ہے۔ ان کے استدلال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

1. عقلی بنیاد: نبی کا دعویٰ اور اس کی تصدیق

غامدی صاحب دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کا انحصار سب سے پہلے
اس بات پر ہے کہ جس شخص نے اسے پیش کیا، وہ واقعی خدا کا نبی ہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ ایک شخص جب نبوت کا دعویٰ کرے اور دلیل میں ایک ایسا کلام پیش
کرے جو زبان و بیان کی بلندی میں لاجواب ہو، تو ایک باشعور انسان اس کلام کو
پڑھ کر اور اس کے پیش کنندہ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچتا ہے
کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کے
معجزے کو دیکھ کر اس کی نبوت کی تصدیق کی جاتی ہے۔

عامر ثقلین

2. "اُمی" ہونے سے استدلال

وہ قرآن کے اس دعوے کو بنیاد بناتے ہیں کہ محمد ﷺ "اُمی" تھے، یعنی کسی انسانی استاد سے پڑھے لکھے نہیں تھے، کسی مکتب میں نہیں بیٹھے تھے۔ ایسے شخص کا اچانک حکمت و دانش سے لبریز، سابقہ تاریخ سے آگاہ اور مستقبل کی پیش گوئیاں کرنے والا کلام پیش کرنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ اس کا منبع خدا کی ذات ہے۔

3. نظمِ قرآن اور داخلی شہادت

غامدی صاحب قرآن کے متن کی داخلی ساخت یعنی "نظم" کو بھی اس کے کلامِ خدا ہونے کی اہم دلیل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کا اپنی پوری طوالت میں ایک مربوط اور منظم کلام ہونا، جس میں نہ کوئی تضاد ہے، نہ کوئی بے ربطی، اور جو 23 سال کے متفرق حالات میں نازل ہوا، خود اس بات کی شہادت ہے کہ یہ ایک ایسی ہستی کا کلام ہے جو زمان و مکان کی قیود سے ماورا ہے۔

Godism

1. قرآن کے کلام اللہ ہونے کے عقلی ثبوت پر:

"یہ بات تو مسلم ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور دلیل میں ایک ایسا کلام پیش کرے جس کا کوئی جواب انسان کے بس میں نہ ہو تو اس دعوے کی تصدیق ہو جاتی ہے اور یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ یہ واقعی خدا کا کلام ہے اور وہ شخص برحق رسول ہے۔ قرآن نے یہی دعویٰ کیا اور اہلِ عرب سے کہا کہ اگر اسے کلامِ بشر سمجھتے ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

2. اُمی ہونے کے حوالے سے:

"اس کلام کی پیش کردہ تعلیم و حکمت اور اس میں بیان کردہ سابقہ امتوں کے احوال کو دیکھتے ہوئے یہ کسی طرح باور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا ماخذ کوئی بشر ہے... پھر خاص طور پر اس شخص کے اُمی ہونے کا اعلان ہے جس کی زبان پر یہ کلام جاری ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان ذرائع سے بالکل بے بہرہ تھا جن سے دوسرے انسان واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا ایسا کلام پیش کر دینا خود اپنی ذات میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا منبع کوئی عالم الغیب ہستی ہی ہے۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

عامر ثقلین

3. کلامِ خدا کی قطعیت پر:

"قرآن مجید جس طرح ہمارے پاس موجود ہے، بالکل وہی کلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے خدا کی طرف منسوب کرتے ہوئے پیش کیا تھا... یہ کسی دوسرے کلام کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے، اس لیے اس کے کلام اللہ ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔"

(میزان، باب: پہلا باب، قرآن)

یہ موقف اس اصول پر قائم ہے کہ قرآن خود اپنی صداقت کے لیے اپنی لسانی برتری، پیش گوئیوں اور پیش کنندہ کی اخلاقی عظمت کو بطور دلیل پیش کرتا ہے، اور غامدی صاحب اسی داخلی اور عقلی شہادت کو بنیاد بنا کر اسے کلامِ خدا تسلیم کرتے ہیں۔

غامدی صاحب کے نزدیک علم کے دو ہی اصلی ماخذ ہیں، اور دین کا تعلق ان میں سے صرف ایک سے ہے۔ ان کے استدلال کی وضاحت درج ذیل ہے:

1. علم کے دو ذرائع: حس و عقل بمقابلہ وحی

وہ علم کے تمام ممکنہ ذرائع کو دو بنیادی اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

· حس و عقل (انسانی شعور): یہ انسان کا اپنا ذریعۂ علم ہے جس کے ذریعے وہ مادی دنیا، اس کے قوانین اور اخلاقیات کے بعض عمومی پہلوؤں کو دریافت کرتا ہے۔ اس میں تجربہ، مشاہدہ، تاریخ اور عقلی استدلال شامل ہیں۔

Godism

وحی (الہامی ہدایت): یہ انسان کے باہر سے، خدا کی طرف سے آنے والی ہدایت ہے جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔

ان کا بنیادی موقف یہ ہے کہ مذہبی اور اخلاقی حقائق کی مکمل اور یقینی معرفت صرف وحی کے ذریعے ہی ممکن ہے، حس و عقل اس میدان میں سراسر ناکافی ہیں۔

"یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان کے علم کے لیے دو ہی ذرائع ہیں۔ ایک اس کا اپنا شعور جو اسے حس اور عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، اور دوسری وہ ہدایت جو خدا کی طرف سے اس کے پیغمبروں پر نازل ہوتی رہی ہے۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

2. وحی کے بغیر دین کی معرفت محال ہے

غامدی صاحب سختی سے یہ دلیل دیتے ہیں کہ دین کے بنیادی سوالات، جیسے خدا کی ذات و صفات، عبادت کا طریقہ، آخرت کی تفصیلات اور زندگی کے مکمل اخلاقی اصول، انسانی عقل یا وجدان کے ذریعے دریافت نہیں کیے جا سکتے۔ عقل ان امور میں صرف تضادات کو پہچان سکتی ہے لیکن حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی۔ لہذا، انسان اپنی عقل سے خدا کو پانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، بلکہ خدا نے خود اپنے نبیوں کے ذریعے اپنی پہچان کرائی ہے۔

عامر ثقلین

Godism

"سوال یہ ہے کہ دین کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ دین کا تعلق ان امور سے ہے جو انسان کے حس و تجربے سے ماورا ہیں... اس لیے اس کا علم بھی انسان کو اپنے شعور سے نہیں، خدا کی وحی سے حاصل ہو سکتا ہے۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

3. وحی کے ثبوت کا انحصار نبی کی تصدیق پر

یہ استدلال کا مرکزی نقطہ ہے: جب کوئی شخص (نبی) یہ دعویٰ کرے کہ اس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اور اپنے دعوے کی سچائی کے ثبوت میں وہ ایک ایسا معجزہ پیش کرے جو لوگوں کے بس کی بات نہ ہو۔

· تو پھر عقلاً اس کے دعوے کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

محمد ﷺ کے لیے یہ معجزہ خود قرآن ہے۔ لہٰذا، قرآن کا کلامِ الٰہی ہونا محمد ﷺ کے نبی ہونے پر منحصر ہے، اور محمد ﷺ کا نبی ہونا قرآن جیسے کلام پر۔ یہ ایک دو طرفہ عقلی دلیل ہے جسے وہ "دورِ مصدِق و مصدَق" سے تعبیر کرتے ہیں۔"اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے اور دلیل میں ایک ایسا کلام پیش کرے جس کا کوئی جواب انسان کے بس میں نہ ہو تو اس دعوے کی تصدیق ہو جاتی ہے اور یہ تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ یہ واقعی خدا کا کلام ہے اور وہ شخص برحق رسول ہے۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

عامر ثقلین

4. قرآن بطور آخری اور قطعی ذریعۂ علم

اس باب میں وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اس لیے دین میں علم کا واحد ذریعہ قرآن اور اس کی روشنی میں ثابت شدہ سنت ہے۔ کوئی بھی دینی دعویٰ، خواہ وہ کسی حدیث، فقہی مسلک یا روحانی تجربے (کشف و الہام) کی شکل میں ہو، اسے قرآن کے پیمانے پر پرکھنا ضروری ہے۔ اگر وہ اس پیمانے پر پورا نہ اترے تو اسے دین کا حصہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

"اب خدا کی حجت قائم ہو چکی ہے اور قیامت تک جو کچھ بھی دین میں اضافہ کیا جائے گا، قرآن ہی کی روشنی میں پرکھا جائے گا... یہی وہ فرقان ہے جس کے مطابق حق و باطل کا فیصلہ ہو گا۔"

(میزان، باب: مقدمات، ذریعۂ علم)

5. حدیث اور سنت کی حیثیت

غامدی صاحب "ذریعۂ علم" میں ہی اسے واضح کرتے ہیں کہ حدیث کا مجموعہ بذاتِ خود دین کا مستقل اور خود مختار ذریعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے جسے قرآن کی روشنی میں پرکھا جائے گا۔ صرف وہی احادیث دین کا درجہ رکھتی ہیں جو قرآن کی تائید کریں یا اس کی توضیح کریں، اور جن کا تعلق "سنتِ ثابتہ" (دین کے عملی اور متواتر پہلو) سے ہو۔

Godism

خلاصہ یہ ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک "ذریعۂ علم" بحث کا مرکز یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لیے انسان کا اپنا شعور (حس و عقل) نہیں بلکہ خدا کی بھیجی ہوئی وحی واحد ذریعہ ہے، اور اس وحی کی قطعی شکل قرآن مجید ہے جس کی صداقت اس کے پیش کنندہ (محمد ﷺ) کی نبوت سے عقلی طور پر ثابت ہے۔

عامر ثقلین



Age

60 years
18 October 1965

Books



Overview

Zakir Abdul Karim Naik is an Indian Islamic da'i and orator who focuses on comparative religion. He is the founder and president of the Islamic Research Foundation and Peace TV. He is a well-known figure in the Islamic world. Wikipedia ›

کیا قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن مجید اور جدید سائنس یہ ان لیکچرز کے دوران بیان کردہ معلومات تقریباً ایک جیسی ہے ۔۔ اس معلومات کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

ڈاکٹر ذاکر نائیک کی معروف تصنیف "قرآن مجید اور جدید سائنس" دراصل ان کے ایک لیکچر کی کتابی شکل ہے جو کئی زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے جدید سائنسی انکشافات کو قرآن مجید کی آیات کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے۔ یہاں کتاب کے اہم موضوعات اور ان پر پیش کیے گئے قرآن و سائنس کے دلائل کو حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

1. فلکیات: کائنات کی تخلیق (بگ بینگ)

ڈاکٹر نائیک بگ بینگ تھیوری کا حوالہ دیتے ہیں، جسے قرآن میں زمین و آسمان کے "جدا" ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن کا حوالہ: سورۃ الانبیاء (21:30)

"اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا..."

(ترجمہ: کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں پھاڑ کر جدا کر دیا...)

2. فلکیات: کائنات کا پھیلنا (ایکسپینڈنگ یونیورس)

ایڈون ہبل کی دریافت سے قبل قرآن کائنات کے وسعت پذیر ہونے کا ذکر کرتا ہے۔

· قرآن کا حوالہ: سورۃ الذاریات (51:47)

"وَ السَّمَآءَ بَنَیۡنٰہَا بِاَیۡىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ"

(ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے بنایا اور یقیناً ہم اسے وسعت دینے والے ہیں۔)

3. بیانیات: پانی کا چکر (واٹر سائیکل)

موجودہ سائنسی ماڈل 16ویں صدی میں پیش کیا گیا، جبکہ قرآن 7ویں صدی میں بارش، چشموں اور زیر زمین پانی کے چکر کو درست بیان کرتا ہے۔

· قرآن کا حوالہ: سورۃ الزمر (39:21)

"اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ..."

(ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اسے زمین میں چشموں کی صورت میں جاری کرتا ہے...)

· قرآن کا حوالہ: سورۃ الروم (30:48) ہواؤں کے ذریعے بادلوں کو پھیلانے کے عمل کو بیان کرتی ہے۔

4. جنینیات (ایمبریولوجی)

یہ ڈاکٹر نائیک کی کتاب کا سب سے مفصل باب ہے، جس میں وہ ڈاکٹر کیتھ مور (Keith L. Moore) کے قرآن پر تبصرے کا حوالہ دیتے ہیں۔ قرآن میں "علق" (جونک نما چیز) سے لے کر "مضغہ" (چبائے ہوئے لوتھڑے کی مانند) تک کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں۔

- قرآن کا حوالہ: سورۃ المومنون (23:12-14)

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۔ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ..."

(ترجمہ: ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ بنا کر ایک محفوظ ٹھکانے (رحم) میں رکھا۔ پھر نطفہ کو علقہ (جونک نما) بنایا، پھر علقہ کو مضغہ (چبائے ہوئے لوتھڑے) کی شکل دی، پھر مضغہ سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا...)

5. حیاتیات: پودوں میں نر اور مادہ

جدید نباتیات کے برعکس، جس نے بعد میں یہ دریافت کیا، قرآن تمام پھلوں اور پودوں میں جوڑوں (نر و مادہ) کی موجودگی کا ذکر کرتا ہے۔

· قرآن کا حوالہ: سورۃ الرعد (13:3)

"وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ..."

(ترجمہ: اور اس نے ہر پھل میں دو دو قسم کے جوڑے پیدا کیے...)

6. علم ارضیات: پہاڑوں کی میخ

ماہرینِ ارضیات کے مطابق پہاڑوں کی جڑیں گہری ہوتی ہیں جو زمین کی کرسٹ کو استحکام دیتی ہیں (آئسوسٹیسی)۔ قرآن پہاڑوں کو "میخ" (Pegs) کہتا ہے۔

· قرآن کا حوالہ: سورۃ النباء (78:6-7)

"أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۔ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا"

(ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟)

7. سمندری علوم: میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان آڑ

یہ ایک معروف بحری مظہر ہے جہاں دو سمندر ملتے ہیں مگر ایک دوسرے کی خصوصیات ختم نہیں کرتے، جسے جدید سائنس "ایسٹوری" یا "بارئیر" مانتی ہے۔

• قرآن کا حوالہ: سورۃ الفرقان (25:53)

"وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا"

(ترجمہ: اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا اور خوشگوار ہے اور یہ کھاری اور کڑوا ہے، اور ان کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط رکاوٹ بنا دی۔)

ڈاکٹر ذاکر نائیک نے اس کتاب میں جن مستند سائنسی حوالوں کا ذکر کیا ہے، وہ مندرجہ ذیل شخصیات اور کتب پر مشتمل ہیں:

1. ڈاکٹر کیتھ ایل مور (Keith L. Moore):

- کتاب: The Developing Human: Clinically Oriented Embryology
- حیثیت: یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا میں اناٹومی کے سابق پروفیسر اور ایمبریولوجی کی دنیا کی معروف ترین کتابوں میں سے ایک کے مصنف۔

2. ڈاکٹر ای مارشل جانسن (E. Marshall Johnson):

- حیثیت: تھامس جیفرسن یونیورسٹی، فلاڈیلفیا، USA میں اناٹومی کے پروفیسر اور ڈین۔

3. ڈاکٹر جو لی سمپسن (Joe Leigh Simpson):

- حیثیت: بیلر کالج آف میڈیسن، ہیوسٹن، USA میں امراضِ نسواں اور تولیدی جینیات کے ماہر۔

4. ڈاکٹر ولیم ڈبلیو ہی (William W. Hay):

- حیثیت: یونیورسٹی آف کولوراڈو کے معروف بحری ماہرِ ارضیات (Marine Geologis.t)۔

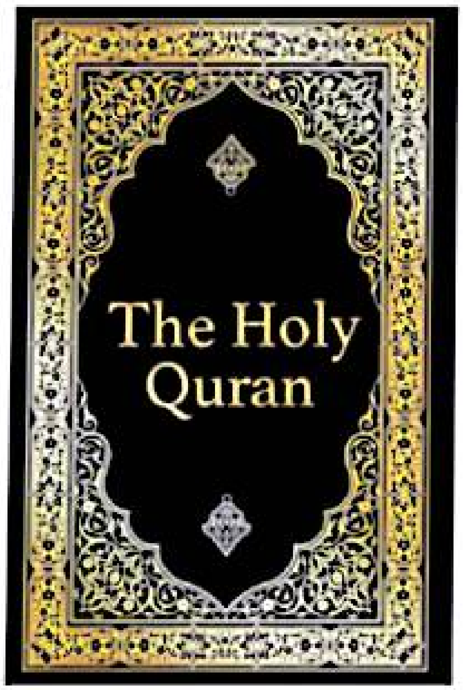
5. ڈاکٹر الفرڈ کرونر (Alfred Kroner):

- حیثیت: یونیورسٹی آف مینز، جرمنی میں جیولوجی کے پروفیسر اور دنیا کے مشہور ماہرِ ارضیات۔

یہ کتاب زیادہ تر مسلم ممالک میں مفت تقسیم کی جاتی ہے اور انٹرنیٹ پر پی ڈی ایف کی شکل میں بھی دستیاب ہے۔

Quran

Religious text





Overview

The Quran, also romanized Qur'an or Koran, is the central religious text of Islam, believed by Muslims to be a revelation directly from God. It is organized in 114 chapters which consist of individual verses. Wikipedia ›

یہ بات واضح حقیقت ہے کہ قرآن مجید پر مکمل تحقیق ممکن نہیں ۔۔ کیوں کہ قرآن مجید ایک ایسا جامع کلام ہے کہ اس کے آگے دنیا کی تمام تر کتاب کے علوم بھی انتہائی کم پڑتے ہیں ۔۔
بندہ ناچیز کو جو آیات قرآن مجید میں ایسی ملی ہیں جن پر سائنس نے تحقیق کرکے انھیں تسلیم کرلیا ہے وہ پیش خدمت ہیں ۔۔
قرآن مجید ایک کتابِ ہدایت ہے، سائنس کی نصابی کتاب نہیں۔ اس میں جو سائنسی اشارے ملتے ہیں، وہ غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ ذیل میں چند معروف مثالیں پیش ہیں، ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کہ انھیں "تسلیم" کرنے کا مفہوم کیا ہے:

1. پھیلتی ہوئی کائنات (Expansion of the Universe)

- آیت: "وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" (الذاریات: 47)
- ترجمہ: "اور آسمان کو ہم نے بڑی قوت سے بنایا اور ہم ہی اسے پھیلا رہے ہیں۔"
- سائنسی پہلو: 1929 میں ایڈون ہبل نے دریافت کیا کہ کہکشائیں ایک دوسرے سے دور جا رہی ہیں، جس سے "بگ بینگ تھیوری" اور کائنات کے پھیلاؤ کا نظریہ قائم ہوا۔

2. بگ بینگ اور کائنات کا آغاز (Origin of the Universe)
· آیت: "أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا..." (الأنبياء: 30)
· ترجمہ: "کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے، پھر ہم نے انھیں الگ کیا..."
· سائنسی پہلو: جدید علمِ کونیات کے مطابق کائنات ایک انتہائی کثیف نقطے (singularity) سے پھٹ کر وجود میں آئی۔
3. جنین کے ارتقائی مراحل (Embryology)
· آیت: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً..." (المؤمنون: 14-12)
· ترجمہ: "بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ ٹھکانے میں رکھا، پھر نطفے کو 'علقہ' (جونک نما لوتھڑا) بنایا..."
سائنسی پہلو: ڈاکٹر کیتھ مور جیسے ماہرینِ جنینیات نے لفظ "علقہ" کی مطابقت کو ابتدائی جنین کی جونک جیسی شکل اور رحم کی دیوار سے چمٹنے کے عمل سے جوڑا ہے۔

4. پہاڑوں کی میخ نما ساخت (Mountains as Pegs)
• آیت: "وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا" (النّبا: 7)
• ترجمہ: "اور پہاڑوں کو میخیں بنایا۔"
• سائنسی پہلو: پلیٹ ٹیکٹونکس کی جدید تحقیق کے مطابق پہاڑوں کی جڑیں زمین کی پرت میں گہری دھنسی ہوتی ہیں، جو براعظموں کو استحکام دیتی ہیں، بالکل ویسے جیسے میخ زمین میں دھنسائی جائے۔
5. سمندروں میں میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان پردہ (Barrier Between Waters)
• آیت: "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ" (الرحمن: 20-19)
• ترجمہ: "دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے۔"
• سائنسی پہلو: اوشیانوگرافی کے مطابق جہاں میٹھا اور کھارا پانی ملتے ہیں (جیسے دریا کا سمندر میں گرنا) وہاں Pycnocline زون بنتی ہے جہاں کثافت، نمکیات اور درجہ حرارت کا فرق انھیں فوری یکجان ہونے سے روکتا ہے۔

6. فضا کی تہیں اور حفاظتی چھت (Atmospheric Protection)

• آیت: "وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ" (الأنبياء: 32)
• ترجمہ: "اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا، مگر وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔"
• سائنسی پہلو: زمین کی فضا (خاص طور پر اوزون کی تہہ اور مقناطیسی میدان) نقصان دہ شمسی و کائناتی شعاعوں کو روکتی اور شہابِ ثاقب کو جلا دیتی ہے۔۔

7. ہر جاندار کی تخلیق میں پانی کی بنیاد (Water as Basis of Life)

• آیت: "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ" (الأنبياء: 30)
• ترجمہ: "اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے؟"
• سائنسی پہلو: حیاتیات کا بنیادی اصول ہے کہ خلیات کا زیادہ تر حصہ پانی پر مشتمل ہے اور زندگی کا آغاز پانی میں ہی ہوا۔ڈ

8. انگلیوں کے نشانات کی انفرادیت (Fingerprints)
• آیت: "بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَن نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ" (القیامۃ: 4)
• ترجمہ: "کیوں نہیں، ہم تو اس کی انگلیوں کی پوروں (پوروں) تک درست کرنے پر قادر ہیں۔"
• سائنسی پہلو: 9ویں1 صدی میں فرانسس گیلٹن نے ثابت کیا کہ ہر فرد کی انگلیوں کے نشانات یکتا ہوتے ہیں، جسے آج فرانزک سائنس میں شناخت کی بنیاد مانا جاتا ہے۔

اہم نوٹ
• یہ "سائنسی اعتراف" قرآن کو سچا ثابت کرنے کے لیے پیش نہیں کیا جاتا، بلکہ قرآن کے مطالبہ تدبر "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ") کے تحت غور و فکر کی دعوت ہے۔
• سائنس کا مزاج تبدیلی اور تردید پر مبنی ہے، جبکہ قرآن کے حقائق قطعی ہیں۔ اس لیے ان آیات کو سائنسی کھوج کے زاویے سے ہم آہنگی کہنا زیادہ موزوں ہے نہ کہ "تسلیم"۔
جنینیات (Embryology) کے حوالے سے قرآن مجید میں کئی مقامات پر انتہائی بلیغ اور مرحلہ وار اشارے ملتے ہیں۔ یہاں اہم آیات کو ان کی تشریح اور جدید سائنس سے مطابقت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

Godism

1. تخلیق کے بنیادی مراحل (سورۃ المؤمنون: 14-12)

یہ سب سے جامع حوالہ ہے:

ترجمہ:

"اور یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر (خلاصہ) سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ (مادہ تولید) بنا کر ایک مضبوط ٹھکانے (رحم) میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو علقہ (جونک کی طرح چمٹنے والا لوتھڑا) بنایا، پھر علقہ کو مضغہ (گوشت کا لقمہ) بنایا، پھر مضغہ سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت (پٹھے) چڑھائے، پھر ہم نے اسے ایک اور تخلیق میں بڑھا کر کھڑا کیا۔ پس بڑی برکتوں والا ہے اللہ، سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔"

قرآنی الفاظ اور سائنسی مطابقت:

· نطفہ (Nutfah): قطرے سے مراد صرف منی کا قطرہ نہیں بلکہ زیگوٹ (Zygote) بھی ہے۔

· علقہ (Alaqah): اس کے تین معانی ہیں: 1. جونک (نمو کی ابتدا میں جنین کی شکل اور رحم کی دیوار سے چمٹنا) 2. معلق (لٹکا ہوا) چیز 3. جمے ہوئے خون کا لوتھڑا۔ یہ تینوں صورتیں ابتدائی جنین پر صادق آتی ہیں۔

· مضغہ (Mudghah): سومائٹس بننے کا مرحلہ جب جنین میں دانتوں کے نشانوں جیسی ابھری ہوئی ساختیں بنتی ہیں، بالکل گوشت کے چبائے ہوئے لقمے کی طرح۔

· ہڈیاں پھر گوشت: ہڈیوں کے ڈھانچے کا پہلے بننا، پھر پٹھوں کا اس پر چڑھنا، جدید ایمبریولوجی میں اس ترتیب کو درست پایا گیا ہے۔

عامر ثقلین

2. جنین کے پردے (سورۃ الزمر: 6)

آیت:
"خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا... يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ"

ترجمہ:
...وہ" تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک تخلیق کے بعد دوسری تخلیق میں تین اندھیروں کے اندر بناتا ہے۔"

سائنسی پہلو:
ڈاکٹر کیتھ مور کے مطابق یہ تین تاریک پردے ہیں:
1. پہلا: پیٹ کی دیوار (Anterior Abdominal Wall)
2. دوسرا: رحم کی دیوار (Uterine Wall)
3. تیسرا: جنین کے گرد جھلیاں (Amnio-Chorionic Membrane)

3. نطفے کی مخلوط ساخت (سورۃ الدھر: 2)
"إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ..."
"بے شک ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا، اسے آزمائیں گے..."
سائنسی پہلو:
"امشاج" کے معنی مخلوط چیزوں کے ہیں۔ یہاں مرد کے نطفے (Sperm) اور عورت کے بیضے (Ovum) کے ملنے اور پھر ان میں موجود کروموسومز اور جینز کے پیچیدہ اختلاط کی طرف اشارہ ہے، جس سے بچے میں والدین دونوں کی خصوصیات منتقل ہوتی ہیں۔
4. جنس (لڑکا/لڑکی) کا تعین (سورۃ القیامہ: 37-39)
آیت:
"أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ. ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ. فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ."
ترجمہ:
"کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے؟ پھر وہ علقہ بنا، پھر اللہ نے (اسے) پیدا کیا اور درست بنایا۔ پھر اس سے دو قسمیں (جوڑا) بنائیں: نر اور مادہ۔"
سائنسی پہلو:
یہ آیت یہ حقیقت واضح کرتی ہے کہ نطفہ (یعنی یہاں منی سے مراد مادہ تولید کا وہ حصہ) ہی سے نر اور مادہ کا تعین ہوتا ہے۔ جدید جینیات (Genetics) نے ثابت کیا کہ مرد کے سپرم میں موجود X یا Y کروموسوم ہی جنین کی جنس کا تعین کرتے ہیں، بیضہ نہیں۔

5. تخلیق کے مراحل اور حواس (سورۃ السجدہ: 7-9)

آیت:

...الَّذِي" أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ. ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ. ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ."

ترجمہ:

...اس" نے انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے نچوڑ سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل (عقل) بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔"

سائنسی پہلو:

یہاں حواس کی ترقی کے مراحل بیان ہوئے ہیں: جنین میں سب سے پہلے سماعت کا نظام (کان) فعال ہوتا ہے، پھر بینائی (آنکھیں) اور اس کے بعد ادراک (دماغ/عقل)۔ جدید ایمبریولوجی نے اس ترتیب کو درست تسلیم کیا ہے۔

6. مدتِ حمل اور تخلیق کے ادوار (سورۃ الحج: 5)

آیت:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى..."

ترجمہ:

"اے لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو (سوچو) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر علقہ سے، پھر مضغہ سے جس میں کچھ تخلیق واضح تھی اور کچھ غیر واضح... اور ہم رحموں میں جسے چاہتے ہیں مقررہ مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں..."

اہم سائنسی پہلو (مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ):

یہ بہت باریک نکتہ ہے۔ مضغہ کے مرحلے میں جنین کا کچھ حصہ پہلے ہی اعضاء میں ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے (مُّخَلَّقَةٍ، یعنی تخلیق واضح) اور کچھ حصہ ابھی غیر ممتاز خلیات (غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ، یعنی تخلیق غیر واضح) پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ وہی دور ہے جب Stem Cells تفریق (Differentiation) کا عمل شروع کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں سیاروں (Planets) کا ذکر براہِ راست "کواکب" (الگ الگ ستارے/سیارے) اور اجرام فلکی کے تناظر میں آیا ہے۔ اگرچہ قرآن نے کسی مخصوص سیارے کا نام لے کر ذکر نہیں کیا، لیکن ان کی صفات، حرکات اور نظام پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں متعلقہ آیات پیش ہیں۔۔

1. سات آسمانوں میں سیاروں کی تزئین (زینت)

آیت: "فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ..."

(سورۃ فُصلت: 12)

ترجمہ: "پھر انہیں دو دن میں سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کا کام وحی کیا، اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے زینت بخشی..."

وضاحت:

"مصابیح" یعنی روشن چراغ، جس سے مراد وہ تمام روشن اجرام ہیں جو ہمیں رات کے آسمان میں نظر آتے ہیں (ستارے اور سیارے)۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ سب "السماء الدنیا" (پہلے/قریبی آسمان) میں ہیں، یعنی ہماری کائنات کی حد کے اندر موجود ہیں۔

2. سیارے اور ستارے (کواکب) کی تخلیق کا مقصد
آیت: "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ..."
(سورۃ الملک: 5)
ترجمہ: "اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت بخشی اور انہیں شیطانوں کے لیے شہاب بنایا..."
وضاحت:
یہاں بھی "مصابیح" میں تمام روشن فلکی اجسام (ستارے، سیارے) شامل ہیں۔ ان کا ایک کام آسمان کو روشن و آراستہ کرنا بیان ہوا ہے۔
3. اجرامِ فلکی کی گردش یا ور نظام (مدار)
آیت: "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ"
(سورۃ الأنبیاء: 33)
ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔"
وضاحت:
اگرچہ یہاں سورج اور چاند کا ذکر خاص طور پر ہے، لیکن "کل" (سب) کا لفظ ان تمام فلکی اجسام پر دلالت کرتا ہے جو ایک نظام کے تحت حرکت کر رہے ہیں۔ "فلک" (مدار) اور "یَسْبَحُونَ" (تیرنا/بہنا) کا لفظ سیاروں کی مداری گردش (Orbital Motion) کی طرف اشارہ کرتا ہے، جو جدید فلکیات کی بنیاد ہے۔

عامر ثقلین

4. سیارے اور ستاروں کی رہنمائی کا کردار
آیت: "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ..."
(سورۃ الأنعام: 97)
ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں (اور سیاروں) کو بنایا تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ پاؤ..."
وضاحت:
"نجوم" کا لفظ قدیم عربی میں سیاروں اور ستاروں دونوں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ مسافر اور جہاز ران قدیم زمانے سے سیاروں (جیسے زہرہ، مریخ) کی پوزیشن دیکھ کر راستے کا تعین کرتے تھے۔
5. کواکب (سیاروں/ستاروں) کی قسم جب حضرت ابراہیم نے غور کیا
یہ اہم ترین حوالہ ہے جس میں سیارے (Planet) اور ستارے (Star) کے فرق کو محسوس کیا جا سکتا ہے:
آیات: (سورۃ الأنعام: 78-76)
. "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ" (جب رات چھا گئی تو انہوں نے ایک کوکب (سیارہ) دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔)
. "فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا..." (پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا...)
. "فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً..." (پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا...)

عامر ثقلین

وضاحت:

قرآن یہاں تین الگ الگ اجرام کا ذکر کرتا ہے:

1. کوکب (سیارہ): پہلے چمکا، پھر "افل" ہوگیا (غروب/غائب ہوگیا)۔ یہ سیاروں کی خصوصیت ہے (مثلاً زہرہ) جو رات کے شروع میں چمکتے ہیں اور پھر غروب ہو جاتے ہیں۔

2. قمر (چاند): اس کے بعد چمکا۔

3. شمس (سورج): صبح چمکا۔

یہاں "کوکب" کا "افل" (غروب) ہونا اسے ستاروں سے ممتاز کرتا ہے اور "سیارہ" (Planet) ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔

6. آسمان کے برج اور اجرام کی منازل

آیت: "وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ"

(سورۃ الحجر: 16)

ترجمہ: "اور ہم نے آسمان میں برج (مجموعے / منازل) بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے زینت بخشی۔"

وضاحت:

"بروج" سے مراد وہ فلکی راستے اور منازل ہیں جن میں سورج، چاند اور سیارے گردش کرتے نظر آتے ہیں (Zodiac Constellations اور Planetary)Path-s

قرآن انہیں دیکھنے والوں کے لیے ایک زینت اور نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔

عامر ثقلین

7. سورج کا اپنی روشنی خود رکھنا اور چاند کا عکس لینا

آیت: "تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا"

(سورۃ الفرقان: 61)

ترجمہ: "بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سراج (چراغ / سورج) رکھا اور منیر (چمکدار / چاند)۔"

لغوی نکتہ (سیاروں کے لیے اہم):

- سراج (سورج): خود روشنی دینے والا چراغ (جلتا ہوا ستارہ)۔
- منیر (چاند): روشنی پانے والا، منعکس کرنے والا جسم۔

یہی قاعدہ ستاروں اور سیاروں میں فرق کی بنیاد ہے:

- ستارے = "سراج" کی طرح خود روشنی پیدا کرتے ہیں۔
- سیارے = "منیر" کی طرح روشنی منعکس کرتے ہیں۔ قرآن میں اگرچہ تمام سیارے "مصابیح" (چراغ) کے زمرے میں نظر آتے ہیں، لیکن ان کی اصل روشنی کا منبع سورج (یا کوئی ستارہ) ہوتا ہے۔

یہ آیات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ کائنات میں کوئی بھی چیز بے مقصد یا بے ترتیب نہیں، بلکہ ہر چیز (بشمول سیارے) ایک عظیم نظام کی پیروی کر رہی ہے۔ اگر آپ کسی خاص سیارے (مثلاً زحل، مریخ) کے بارے میں مزید تشریح چاہیں تو پوچھ سکتے ہیں، البتہ قرآن میں نام لے کر کسی سیارے کا ذکر نہیں ہے۔

عامر ثقلین

پانی قرآن مجید کا ایک مرکزی موضوع ہے، جسے زندگی، تخلیق، رزق اور آخرت کی علامت کے طور پر بار بار بیان کیا گیا ہے۔ یہاں پانی سے متعلق آیات کو موضوعات کے لحاظ سے پیش کیا جا رہا ہے:

1. پانی کو زندگی کی بنیاد قرار دینا
آیت: "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ"
(سورۃ الأنبیاء: 30)
ترجمہ: "اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، کیا پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے؟"
وضاحت: یہ آیت حیاتیات کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے — تمام جانداروں کی تخلیق کا مرکز پانی ہے۔ جدید سائنس کے مطابق خلیات کا 70-80% حصہ پانی پر مشتمل ہے اور زندگی کا آغاز سمندروں میں ہوا۔

2. پانی سے انسان کی تخلیق
آیت: "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا"
(سورۃ الفرقان: 54)
ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا، اور تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔"

3. بارش کا نظام اور پانی کا نزول (آبی چکر)

الف) آسمان سے پانی اتارنا:

آیت: "وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ"

(سورۃ المؤمنون: 18)

ترجمہ: "اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیا، اور ہم اسے لے جانے پر بھی یقیناً قادر ہیں۔"

ب) پانی کو زمین میں ذخیرہ کرنا:

آیت: "أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ..."

(سورۃ الزمر: 21)

ترجمہ: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اسے زمین میں چشموں کی صورت میں رواں کیا..."

ج) ہواؤں کا کردار:

آیت: "وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ"

(سورۃ الحجر: 22)

ترجمہ: "اور ہم نے ہواؤں کو بارآور (بادلوں کو اٹھانے والی) بنا کر بھیجا، پھر آسمان سے پانی اتارا اور تمہیں پلایا، اور تم اس کے خزانے جمع کرنے والے نہیں تھے۔"

4. میٹھے اور کھارے پانی کا فرق اور ان کے درمیان رکاوٹ

الف) دونوں کا علیحدہ رہنا:
آیت: "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا"
(سورۃ الفرقان: 53)
ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا اور شیریں ہے اور یہ کھاری اور کڑوا، اور ان کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط رکاوٹ بنا دی۔"
ب) دونوں سے موتی اور مرجان کا نکلنا:
آیت: "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ"
(سورۃ الرحمٰن: 19-22)
ترجمہ: "دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ اپنی حد سے نہیں بڑھتے، پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔"
سائنسی پہلو: جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے وہاں Pycnocline زون بنتی ہے جہاں کثافت، نمکیات اور درجۂ حرارت کا فرق پانیوں کو فوری یکجان نہیں ہونے دیتا

الف) دونوں کا علیحدہ رہنا:
آیت: "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا"
(سورۃ الفرقان: 53)
ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ میٹھا اور شیریں ہے اور یہ کھاری اور کڑوا، اور ان کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط رکاوٹ بنا دی۔"
ب) دونوں سے موتی اور مرجان کا نکلنا:
آیت: "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ، بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ"
(سورۃ الرحمٰن: 22-19)
ترجمہ: "دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ اپنی حد سے نہیں بڑھتے، پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔"
سائنسی پہلو: جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے وہاں Pycnocline زون بنتی ہے جہاں کثافت، نمکیات اور درجۂ حرارت کا فرق پانیوں کو فوری یکجان نہیں ہونے دیتا

5. بارش سے زمین کا زندہ ہونا (نشاۃ ثانیہ کی دلیل)

آیت: "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

(سورۃ فصلت: 39)

ترجمہ: "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم زمین کو خشک اور بے جان دیکھتے ہو، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہا اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے، یقیناً جس نے اسے زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اسی مضمون کی آیات یہ بھی ہیں: سورۃ الحج)،5) سورۃ الروم)،24) سورۃ البقرہ 16-40()

6. پانی کی مختلف اقسام اور اس کا درجہ بدرجہ تخلیقی کردار

آیت: "أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا..."

(سورۃ فاطر: 27)

ترجمہ: "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے..."

وضاحت: ایک ہی پانی سے زمین مختلف رنگوں، ذائقوں اور خوشبوؤں والے پھل اور نباتات پیدا کرتی ہے — یہ تخلیق کی یکسانیت میں تنوع کی طرف اشارہ ہے۔

7. پانی کا ذخیرہ اور احتیاط (قوم سبا کا واقعہ)
آیت: "لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ، فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ..."
(سورۃ سبأ: 15-16)
ترجمہ: "قوم سبا کے لیے ان کے وطن میں ایک نشانی تھی: دو باغ، دائیں طرف بھی اور بائیں طرف بھی... پھر انہوں نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر زور دار بند توڑ سیلاب بھیج دیا..."
وضاحت: مارب ڈیم کی تباہی ایک تاریخی مثال ہے کہ پانی کا صحیح انتظام نہ ہو تو وہی پانی جو زندگی دیتا ہے، تباہی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔
8. آخرت میں پانی کی اہمیت (جنت کی نہریں اور جہنم کا پیپ)
جنت کے پانی کی صفات:
آیت: "مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى..."
(سورۃ محمد: 15)
ترجمہ: "اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ ہے: اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں ہوگا، اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلا ہوگا، اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذت بخش ہوگی، اور چھانے ہوئے شہد کی نہریں ہیں..."

انسانی شعور ، خودآگاہی، ادراک اور ضمیر کے بارے میں قرآن مجید براہِ راست جدید نفسیاتی اصطلاحات استعمال نہیں کرتا، لیکن نفس، قلب، عقل، فواد، سمع، بصر، روح اور لب جیسے گہرے تصورات کے ذریعے اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے جسے آج "شعور" کہا جاتا ہے۔

یہاں موضوعات کے لحاظ سے آیات پیش ہیں:

1. خود آگاہی اور نفس کا شعور

قرآن انسان کے "نفس" کو ایک باشعور ہستی کے طور پر مخاطب کرتا ہے جو خود کو پہچان سکے۔

الف) اپنے نفس کو بھول جانا (خودشناسی کا فقدان):

آیت: "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"

(سورۃ الحشر: 19)

ترجمہ: "اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں اپنے نفسوں سے ہی بیگانہ کر دیا، یہی لوگ نافرمان ہیں۔"

شعور پر دلالت: یہ آیت "خودآگاہی" کی نفی کو سزا کے طور پر بیان کرتی ہے۔ انسان کا اپنے وجود، مقصد اور حقیقت سے غافل ہو جانا شعور کی ایک بڑی سطح کا کھو دینا ہے۔

ب) نفسِ لوامہ (ضمیر کی ملامت کا شعور):
آیت: "وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ"
(سورۃ القیامہ: 2)
ترجمہ: "اور نہیں، میں ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں!"
وضاحت: "نفسِ لوامہ" وہ اندرونی آواز یا اخلاقی شعور (Moral Conscience) ہے جو برائی کرنے پر انسان کو خود ہی ملامت کرتی ہے۔ یہ شعور کی بلند سطح ہے۔
ج) نفسِ مطمئنہ (اعلیٰ ترین شعوری سکون):
آیت: "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً"
(سورۃ الفجر: 27-28)
ترجمہ: "اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔"
2. عقل و فکر (Rational Consciousness)
قرآن میں "عقل" کا لفظ فعل کے طور پر استعمال ہوا ہے — "تعقلون" (تم عقل کرو گے)، "یعقلون" (وہ سمجھتے ہیں) — جو ایک شعوری عمل ہے۔
الف) عقل کو استعمال کرنے کی دعوت:
آیت: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ"
(سورۃ آل عمران: 190)

ترجمہ: "بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں (باشعور لوگوں) کے لیے نشانیاں ہیں۔"

وضاحت: "اولی الالباب" سے مراد وہ لوگ ہیں جو گہرے شعور، عقلِ سلیم اور بصیرت رکھتے ہیں۔

ب) غور و فکر نہ کرنے والوں کا بے شعور ہونا:

آیت: "وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ"
(سورۃ الاعراف: 179)

ترجمہ: "اور ہم نے جہنم کے لیے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے پیدا کیے، ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں، ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، یہی لوگ غافل ہیں۔"

شعور پر دلالت: یہ آیت شعور کے بنیادی آلات (دل، آنکھ، کان) کے ہوتے ہوئے ان کے ادراک سے محرومی کو "غفلت" اور حیوانیت سے تشبیہ دیتی ہے۔ شعور صرف حسی معلومات کا نام نہیں بلکہ ان سے معنی اخذ کرنے کا نام ہے۔

3. دل (قلب) بطور مرکزِ شعور

قرآن میں "دل" محض گوشت کا ٹکڑا نہیں بلکہ سمجھنے، محسوس کرنے اور ایمان لانے کا مرکز ہے — یہی روحانی اور اخلاقی شعور کی نشست ہے۔

الف) دلوں کی اندھا پن (شعور کی بندش):

آیت: "أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ"

(سورۃ الحج: 46)

ترجمہ: "کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے وہ سمجھتے یا کان ایسے ہوتے جن سے وہ سنتے؟ بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔"

ب) اطمینانِ قلب (شعور کا اعلیٰ سکون):

آیت: "الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"

(سورۃ الرعد: 28)

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، جان لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔"

ج) دلوں پر مہر (شعور کا مسخ ہونا):

آیت: "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"

(سورۃ البقرہ: 7)

ترجمہ: "اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

4. روح کا راز (مبدأ شعور)

انسانی شعور کی اصل حقیقت "روح" ہے، جسے قرآن "امرِ ربی" (میرے رب کا حکم) قرار دیتا ہے اور اسے مکمل انسانی ادراک سے ماورا بتاتا ہے۔

آیت: "وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا"

(سورۃ الإسراء: 85)

ترجمہ: "اور یہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے، اور تمہیں علم میں سے بہت تھوڑا دیا گیا ہے۔"

شعور پر دلالت: یہ آیت شعور کے اس معمے (Hard Problem of Consciousness) کی طرف اشارہ ہے جسے جدید سائنس بھی حل نہیں کر پائی — کہ مادّی جسم میں خودآگاہی کا تجربہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔

5. فواد (قلبِ باطن / گہرا شعور)
"فواد" قرآن میں دل کی اس گہرائی کو کہتے ہیں جو مشاہدے اور تجربے کا مرکز ہے۔
آیت: "مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ"
(سورۃ النجم: 11)
ترجمہ: "دل نے جھوٹ نہیں کہا جو اس نے دیکھا۔"
آیت: "وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ"
(سورۃ السجدہ: 9)
ترجمہ: "اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل (گہرا شعور) بنائے، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔"
6. لب (خالص عقل/بصیرت کا شعور)
"الباب" کی جمع، جو خالص اور بے آمیز عقل کو کہتے ہیں، صرف گہرے شعور والوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔
آیت: "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ"
(سورۃ الزمر: 21)
ترجمہ: "بے شک اس میں صاحبانِ بصیرت (گہرے شعور والوں) کے لیے نصیحت ہے۔"

خلاصہ: شعور کا قرآنی نقشہ

قرآنی لفظ شعور کا پہلو

نفس خودآگاہی، انفرادی شناخت، اخلاقی ضمیر

قلب ایمان، سمجھ، جذبات اور روحانی ادراک کا مرکز

عقل منطقی استدلال، غور و فکر، تجزیہ

فؤاد گہرا قلبی مشاہدہ، بصیرت کا تجربہ

لبّ خالص، پختہ اور گہری عقل

روح شعور کی اصل ماورائی حقیقت (اللہ کا امر)

یہ تمام تصورات مل کر انسان کو ایک ذی شعور، مختار اور جواب دہ ہستی بناتے ہیں، جس کا شعور محض مادے کی پیداوار نہیں بلکہ ایک الٰہی امانت ہے۔

ملحدین عام طور پر جو سوالات کرتے ہیں ان کے جوابات درج ذیل ہیں

1. شر کا مسئلہ

اعتراض: اگر خدا قادرِ مطلق، عالمِ مطلق اور خیرِ محض ہے تو دنیا میں اخلاقی اور طبعی شر (دکھ، بیماری، ظلم) کیوں پایا جاتا ہے؟ ان تینوں صفات کا شر کے وجود کے ساتھ جمع ہونا ناممکن لگتا ہے۔

جواب:

یہ اعتراض کئی سطحوں پر زیر بحث آتا ہے:

· آزادانہ ارادے کا دفاع: خدا نے انسان کو اخلاقی انتخاب کی آزادی دی ہے۔ اخلاقی خیر کا حصول آزادانہ انتخاب کے بغیر ممکن نہیں۔ شر کا وجود اس آزادی کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔ ایک ایسی دنیا جہاں آزاد مخلوق ہو، اس میں شر کا امکان لازمی ہے۔

· تھیوڈیسی برائے خیرِ اعلیٰ: بہت سے دکھ اور مصائب روحانی ترقی، صبر اور ہمدردی جیسی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں کا سبب بنتے ہیں، جو بغیر آزمائش کے پروان نہیں چڑھ سکتیں۔

Godism

محدود انسانی علم: انسان اپنی محدود عقل سے پوری کائنات کے نظام کو نہیں سمجھ سکتا۔ ہو سکتا ہے جسے ہم شر سمجھیں، وہ ایک وسیع تر حکمت کا حصہ ہو جسے ہم نہ جانتے ہوں۔
· حوالہ: قرآن مجید میں ہے: "عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" (شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو) – سورۃ البقرہ :16۔22
· قدرتی قوانین کی مستقل مزاجی: طبعی شر (جیسے زلزلہ) قدرتی قوانین کا حصہ ہیں، جو مجموعی طور پر ایک مستحکم اور قابلِ فہم کائنات کو ممکن بناتے ہیں جہاں زندگی اور اخلاقی ترقی ممکن ہو۔

2. خدائی صفات میں تضاد

اعتراض: خدا کی بعض صفات (جیسے رحم اور عدل، یا علمِ مطلق اور آزادِ ارادہ) ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ایک قادرِ مطلق خدا ایک ایسا پتھر نہیں بنا سکتا جسے وہ خود نہ اٹھا سکے۔

جواب:
· محال عقلی کی نسبت: "قادرِ مطلق" کا مطلب یہ نہیں کہ خدا منطقی طور پر محال کام کر سکتا ہے۔ خدا کی قدرت مطلق ہے، لیکن وہ ایسا کام نہیں کر سکتا جو اس کی دیگر صفات (مثلاً حکمت یا عدل) کے منافی ہو، یا منطقی تضاد پر مبنی ہو۔ ایک مربع دائرہ بنانا یا ایسا پتھر بنانا جو وہ اٹھا نہ سکے، منطقی تضاد ہے، نہ کہ قدرت کی کمی۔

جامعیتِ صفات: رحمت اور عدل متضاد نہیں بلکہ ایک کامل ہستی میں جمع ہیں۔ عادلانہ سزا بھی اس کی رحمت کا حصہ ہو سکتی ہے اگر وہ ظلم کو روکے۔

· حوالہ: اسلامی الٰہیات میں اشعری اور ماتریدی مکاتب فکر نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ خدا کی قدرت "ممکنات" سے تعلق رکھتی ہے، نہ کہ "محالاتِ عقلیہ" سے۔

3. عدمِ وجود کا ثبوت نہ ہونا

اعتراض: خدا کے وجود کا کوئی تجرباتی یا سائنسی ثبوت نہیں ہے۔ جس چیز کا ثبوت نہ ہو، اسے تسلیم نہیں کرنا چاہیے۔ "ثبوت کا بوجھ" مدعی (خدا پر یقین رکھنے والے) پر ہے۔ (رسل کا چائے دان کا استعارہ)

جواب:

· تجرباتی حد: یہ اعتراض سائنسی طریقہ کار کو ہر قسم کے علم کا واحد ذریعہ مانتا ہے۔ سائنس طبعی دنیا کے مظاہر کی وضاحت کرتی ہے، مگر یہ مابعدالطبیعاتی سوالات (جیسے کائنات کا وجود کیوں ہے) کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ خدا کوئی طبعی شے نہیں کہ تجربے میں آئے۔

· عقلی دلائل: خدا کے وجود کے لیے کئی عقلی دلائل موجود ہیں جو مظاہرِ فطرت سے استدلال کرتے ہیں۔

فطرتِ انسانی: انسان کی اپنی فطرت میں ایک ماورائی ہستی کی تلاش اور اخلاقی شعور پایا جاتا ہے، جسے الہیات میں دلیلِ فطرت کہا جاتا ہے۔

· حوالہ: قرآن مجید بار بار کائنات میں موجود "آیات" (نشانیوں) پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، مثلاً: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ" (آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لیے یقیناً نشانیاں ہیں) - سورۃ آل عمران :90-31

4. دلیلِ تخلیق میں کمزوری

اعتراض: یہ دلیل کہ "ہر چیز کا ایک خالق ہے، لہٰذا کائنات کا بھی ایک خالق ہے" خود اپنے مفروضے پر پوری نہیں اترتی۔ اگر ہر چیز کا سبب ہے تو خدا کا سبب کیا ہے؟ اور اگر خدا بے سبب ہے، تو کائنات بھی بے سبب کیوں نہیں ہو سکتی؟

جواب:

· لامتناہی تسلسل کا بطلان: دلیلِ تخلیق کا صحیح مفہوم یہ نہیں کہ "ہر موجود چیز کا ایک سبب ہے"، بلکہ یہ ہے کہ "ہر حادث (وہ چیز جو وجود میں آئی ہو) کا ایک سبب ہے"۔ کائنات حادث ہے، اس کا آغاز ہے، لہٰذا اسے ایک سبب کی ضرورت ہے۔

· واجب الوجود: خالق کا سبب نہ ہونا اس کی تعریف میں شامل ہے۔ وہ "واجب الوجود" ہے، جس کا وجود اس کی ذات سے ہے اور وہ عدم سے مبرا ہے۔ ہم کائنات کو واجب وجود نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی ہر جزو حادث اور فانی ہے۔

عامر ثقلین

حوالہ: ابن سینا کی برہانِ صدیقین میں "واجب الوجود" اور "ممکن الوجود" کے اس تصور کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے: "أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ" (کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا ہوئے ہیں یا وہ خود ہی خالق ہیں؟) – سورۃ الطور :35-52

5. کائنات کی بے مقصدیت

اعتراض: جدید سائنس (خصوصاً ارتقاء کا نظریہ) یہ بتاتی ہے کہ کائنات اور زندگی کا وجود بے ترتیب طبعی قوانین کے تحت ہوا ہے، اس کے لیے کسی ذہین خالق کی ضرورت نہیں۔

جواب:

· ارتقاء بمقابلہ آغازِ حیات: ارتقاء کا نظریہ یہ بتاتا ہے کہ زندگی ایک بار وجود میں آنے کے بعد کیسے ترقی کرتی ہے، لیکن یہ اس بات کی وضاحت نہیں کرتا کہ بے جان مادے سے پہلی جاندار خلیہ کیسے وجود میں آیا۔ آغازِ حیات کا مسئلہ اب بھی سائنس کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔

· کائنات کی باریک ترکیب: کائنات کے طبعی مستقلات (constants) اتنے نپے تلے ہیں کہ ان میں معمولی سی تبدیلی سے زندگی کا وجود ناممکن ہو جاتا۔ یہ ایک ذہین ڈیزائن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

Godism

الحاد اور ارتقاء میں تضاد: اگر ذہن محض مادے کا ارتقائی نتیجہ ہے، تو پھر ہمارے عقلی استدلال کی کوئی بنیاد نہیں، کیونکہ وہ محض کیمیائی تعاملات کا نتیجہ ہیں، سچائی کو سمجھنے کا ذریعہ نہیں۔ یہ الحاد کو خود شکن بنا دیتا ہے۔

یہ تمام جوابات علمی مباحث کا خلاصہ ہیں۔ ان میں سے ہر نکتے پر برسوں کی علمی بحث و تمحیص موجود ہے اور یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہیں جسے فلسفہ دین، علم کلام، اور جدید مسیحی و اسلامی فکریات میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔

Godism

خدا کا مذہب کونسا ہے؟

یہ سوال بظاہر پڑھنے میں عجیب لگتا ہے (لہذا سوال کرنے والے کرنے کا طریقہ کار ایک ہی سوال کو کرنے کا مختلف ہو سکتا ہے)

یہ سوال ایسے بھی کیا جاسکتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو کونسا دین (مذہب) پسند ہے

تو اس کا جواب بالکل سادہ ہے جو کہ ہر مسلم کو پتہ ہے ۔۔

قرآن کریم کے مطابق، اللہ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ آلِ عمران میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ

(بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے) — سورہ آل عمران: 19

اسی طرح اگلی آیت میں ارشاد ہے:

وَمَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ

(اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا) — سورہ آل عمران: 85

عامر ثقلین

Godism

ریاضی کی کلکولیشن سے یا کسی سائنسی تجربے سے خدا کے وجود کو ثابت کیوں نہیں کیا گیا ؟

قرآن مجید اللہ تعالٰی کا کلام ہے یہ بات جب ثابت ہوچکی ہے لہذا ہم قرآن مجید کے حوالے سے اس سوال کے جواب کو دیکھتے ہیں ۔۔

سورہ الاخلاص (سورہ توحید)
بسم اللہ الرحمن الرحیم
(اے نبی!) کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ (1)
اللہ بے نیاز ہے۔۔ (2)
نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ (3)
اور کوئی اس کا ہمسر (برابر والا) نہیں ہے۔ (4)

سورہ آل عمران کی آیت 18
ترجمہ: اللہ نے خود گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں اور علم والوں نے بھی (گواہی دی ہے)، وہی انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب، حکمت والا ہے۔

عامر ثقلین

Godism

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اپنے متعلق خود فرمادیا ہے کہ وہ اکیلا ہے ۔۔
اگر ہم ریاضی کی بات کریں (جسے تمام تر سائنسی علوم کی ماں کہا جاتا ہے) تو ریاضی میں کبھی بھی جواب سے صحیح سوال بنانا ممکن نہیں ۔۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ=1 ہے

اب 1جواب کا ریاضی میں لاکھوں طریقے سے سوال بنایا جا سکتا ہے۔
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا
یعنی 1 سے پہلے کچھ نہیں
پھر فرمایا اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا

یعنی ہم 1 میں آگے ایڈیشن نہیں کرسکتے ۔۔

عامر ثقلین

یعنی ہم 1 میں آگے ایڈیشن نہیں کر سکتے ۔۔

اس کے ساتھ

اللہ تعالی نے قرآن مجید کسی جگہ اپنی ذات کے بارے میں ریاضی کی کوئی مساوات دے کر یہ نہیں فرمایا کہ اسے حل کریں اور اگر جواب 1 آجائے تو سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اگر مساوات کو حل کر کے جواب 1 نہ آئے تو یہ مفروضہ غلط ہوگا۔۔

دوسری بات
تمام تر مسلمان اللہ تعالی کی صفات کو لا محدود مانتے ہیں

اور لا محدود (infinite) پر ریاضی کے بنیادی اصول (جمع تفریق تقسیم اور ضرب) کو اپلائی کرنے سے ہمیشہ جواب لامحدود ہی آتا ہے یا undefined لہذا ریاضی کی کلکولیشن کو اللہ تعالی کی صفات پر نہیں لگایا جاسکتا ہے ۔۔

Godism

سورہ الشوریٰ (سورہ نمبر 42) کی آیت 11 میں
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ
ترجمہ:
اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے، اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

سورہ النور)،24) آیت 35
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
ترجمہ:
اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے ۔۔

اُس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس گویا موتی جیسا چمکتا ہوا ستارا ہو، وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہے جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی، قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے چاہے آگ اسے نہ بھی چھوئے۔ نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

عامر ثقلین

Godism

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود فرما دیا ہے کہ وہ نور ہے اور اس کے جیسی کوئی دوسری چیز بھی نہیں اور ساتھ میں یہ وضاحت سے فرمادیا کہ اس کا نور (شرقی یا غربی نہیں ہے)

لہٰذا

جو بھی سائنس دان لیبارٹری میں کسی چیز کو لے جاکر ٹیسٹ کرے گا تو وہ تو اللہ تعالیٰ کی بنائی گئی مخلوق ہوگی

(اور مخلوق میں سے کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں)

لہٰذا، اللہ تعالیٰ کی ذات کا تجربہ سائنس کی لیبارٹری میں کرنا محال ہے ۔۔۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات کو آج تک کوئی بھی سائنس دان سائنسی لیبارٹری میں تجربے سے ثابت نہیں کرسکا ۔۔

Law of conservation of mass

جو انٹونی لاوئزر نے پیش کیا تھا

یہ بتاتا ہے کہ: مادہ نہ تو پیدا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ختم ۔۔

عامر ثقلین

اسی طرح

Law of conservation of energy

میں بتایا گیا ہے کہ

انرجی نہ تو پیدا کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ختم بلکہ انرجی اپنی حالتیں بدلتی رہتی ہے ۔۔

یہ دو قوانین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ (جو انرجی یا جو مادہ اس کائنات میں موجود ہے وہ کہاں سے آگیا؟)

لہٰذا جو سائنس دان اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ کائنات کا نظام خود کار ہے اور اسے کسی نے بھی تخلیق نہیں کیا اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے،

تو ان دو قوانین کے تحت

تو مادہ اور انرجی پہلی دفعہ بھی تخلیق نہیں ہو سکتے ۔۔

Godism

پھر اس کے ساتھ اگر ہم ریاضی کی کلکولیشن کو دیکھیں تو وہ ہر چیز کو شروع میں صفر مانتے ہیں اور جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ اگر کسی بھی چیز کو شروع میں صففر مان لیا جائے

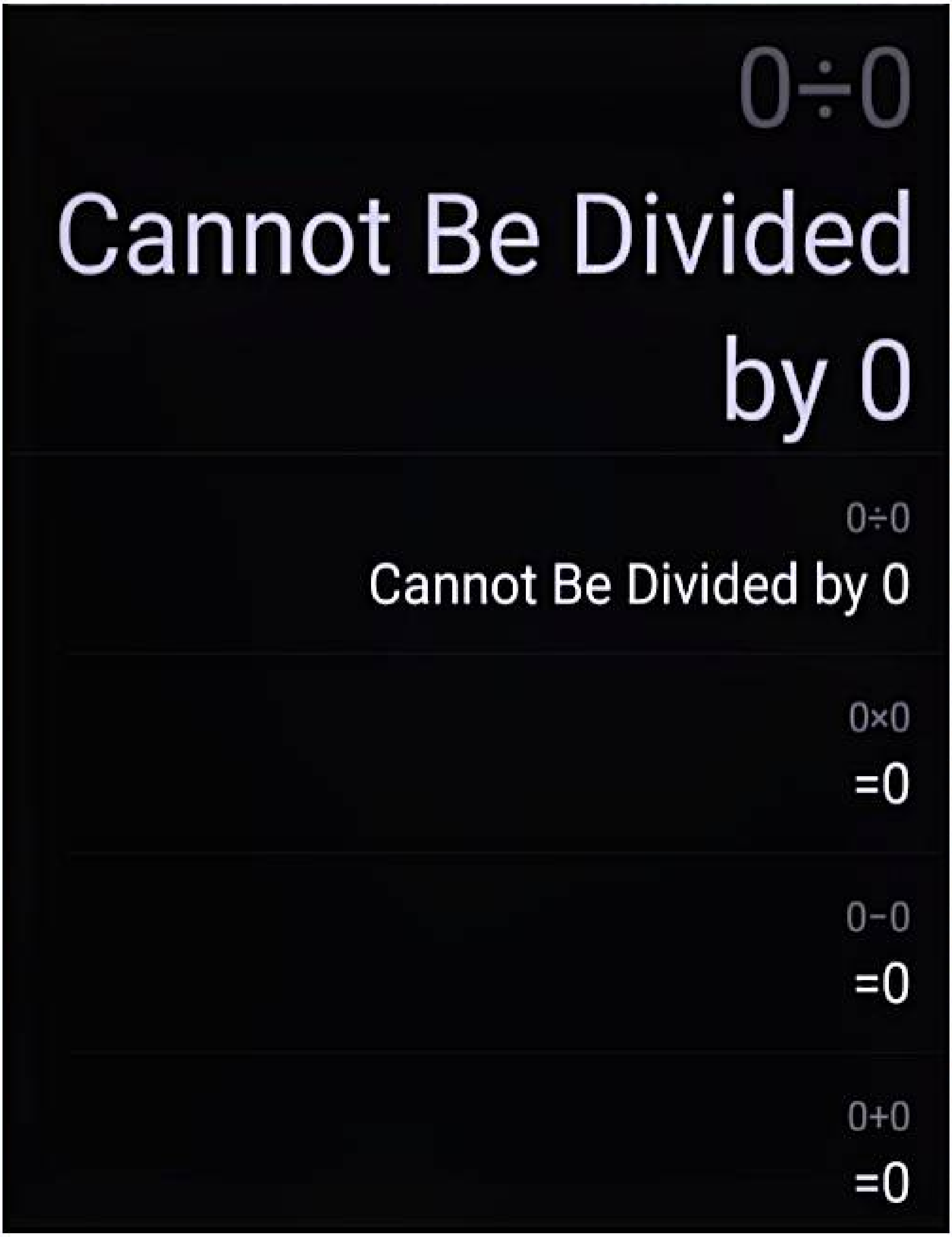
تو

صفر پر ہم ریاضی کے بنیادی آپریشن لگا کر اسے 1 نہیں بنا سکتے
(اس کے تحت تو کائنات کبھی تخلیق ہی نہیں ہوگی)

لہٰذا کائنات کی تخلیق کے لیے شروع میں 1 (احد یعنی ہستی کا ہونا ضروری ہے)

عامر ثقلین

Godism



عامر ثقلین

کوئی پیغمبر خدا کی تصویر کیوں پیش نہیں کر سکا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں یہ خواہش ظاہر کی تھی اور کہا تھا:

رَبِّ ﴿ أَرِنِي أَنظُرْ ﴾ إِلَيْكَ "اے رب! تو مجھے اپنا دیدار کرا، میں تجھے دیکھوں"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَن ﴿ تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ ﴾ تَرَانِي

"موسیٰ! تو مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکے گا، البتہ تو پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو یقیناً تو مجھے دیکھ لے گا"۔

(الاعراف: 143)

فَلَمَّا ﴿ تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ ﴾ صَعِقًا

"پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر فرمائی تو تجلی رب نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے"۔

(الاعراف: 143)

جب موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ وہ اس دنیا میں ان دنیوی آنکھوں سے اپنے رب کا دیدار نہیں کر سکتے، چنانچہ بارگاہ الہی میں عرض گزار ہوئے:

سُبۡحٰنَكَ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

"اے اللہ! تو پاک ہے، میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے" ہوں۔

(الاعراف:143)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعے سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود اللہ تعالی کی رؤیت کے متحمل نہیں ہو سکے۔ اس سے یہی استدلال کیا گیا ہے کہ دنیوی آنکھوں میں اتنی قوت نہیں کہ وہ اللہ تعالی کے جلوے کی متحمل ہو سکیں، البتہ آخرت میں اللہ تعالی ان آنکھوں میں اتنی قوت پیدا کر دے گا کہ وہ رب کے دیدار سے خوشنود ہوں گی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا:
نور أنّی أراہ؟
"وہ تو نور ہے، اسے میں کس طرح دیکھ سکتا "ہوں۔
صحیح مسلم، باب مذکور حدیث : 175
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سب سے واضح ہے اور اس میں زیر بحث آیات نجم کی تفسیر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت فیصلہ کن ہے۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ تابعی کہتے ہیں:

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگائے بیٹھا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! تیرے اس سوال پر تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ پھر فرمایا:

اے ابو عائشہ! تین باتیں ہیں، ان میں سے کوئی کسی بھی بات کا دعویٰ کرتا ہے تو اس نے یقیناً اللہ پر بڑا بہتان باندھا۔ میں نے کہا: وہ باتیں کون سی ہیں؟ فرمایا: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے یقیناً اللہ پر بڑا بہتان باندھا۔

مسروق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا: ام المومنین! ٹھہریں اور جلدی نہ کریں، کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ (التکویر: 23) "اور اس نے اسے آسمان کے کھلے کناروں پر دیکھا ہے"۔ اور وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ (النجم: 13) "اور اس نے اسے دوسری مرتبہ "دیکھا۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت میں میں ہی وہ پہلی ہوں جس نے ان آیات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، پس آپ نے فرمایا تھا: "ان آیات میں صرف جبریل علیہ السلام کا دیکھنا مراد ہے۔ میں نے انہیں ان دو مرتبہ دیکھنے کے علاوہ اس اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے ہیں، ان کے پیدائشی وجود کے حجم نے آسمان و زمین کے مابین تمام فضا کو بھر دیا" ہے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے مسروق! کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (الأنعام:103)

"نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے اور وہ بھید جانے والا خبردار" ہے۔

عامر ثقلین

علاوہ ازیں کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ (الشوری:51)
"کسی انسان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اللہ سے براہ راست کلام کرے، مگر الہام (القائے قلبی) کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ (بطور قاصد کے) بھیج دے پس وہ اللہ کے حکم سے جو وہ (اللہ) چاہے، القاء (وحی) کرے۔ بیشک وہ نہایت بلند اور حکمت والا ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو شخص یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا (یعنی اسے بیان نہیں فرمایا) تو اس نے بھی اللہ پر بڑا بہتان باندھا، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدۃ:67)
"اے پیغمبر! جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے، اسے (لوگوں تک) پہنچا دیجیے! اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں "کیا۔

عامر ثقلین

Godism

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو شخص یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ آنے والے کل کے حالات کی خبر دیتے ہیں، تو اس نے بھی اللہ پر بڑا بہتان باندھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (النمل: 67)

"کہہ دیجیے! آسمان اور زمین کے غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں "جانتا۔

صحیح مسلم، الإيمان، باب: 77، حدیث: 177،

یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی پیغمبر بھی خدا کی تصویر پیش نہیں کرسکا ۔۔

کیوں کہ اس دنیا میں رہ کر ایسا ممکن نہیں ۔۔

البتہ آخرت میں اللہ تعالی کا دیدار ہو گا ۔۔

اور اس کے حوالے سے متعدد احادیث مبارکہ ہیں

فرشتے خدا کی اولاد کیوں نہیں ہیں؟

نور کی ماہیت کا بنیادی فرق

یہ سب سے اہم نکتہ ہے۔ قرآن و حدیث میں جب اللہ کے لیے "نور" کا لفظ آیا ہے اور جب فرشتوں کے لیے، تو اس کے معنی اور حقیقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

· اللہ کا نور: یہ اس کی ذات کا وصف ہے، کوئی خارجی چیز نہیں جو اسے ملی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو "نور" کہا ہے:

"اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے..." (سورہ النور: 35)

اس سے مراد وہ ہستی ہے جو خود بھی موجود ہے اور ہر چیز کو وجود دینے والی، ہدایت دینے والی اور ظاہر کرنے والی ہے۔ یہ نور اس کی ذات سے الگ نہیں، بلکہ عین ذات ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔

·

فرشتوں کا نور: فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں۔ انہیں اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

"فرشتے نور سے پیدا کیے گئے..." (صحیح مسلم)

یہ "نور" ایک تخلیقی مادہ ہے، جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا اور جن آگ سے۔ یہ نور اللہ کی ذات کا حصہ نہیں، بلکہ اس کی بنائی ہوئی ایک شے ہے۔
سادہ مثال: سورج روشنی کا منبع ہے (نورِ ذات)، اور چاند سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے (نورِ مخلوق)۔ چاند، سورج کا بیٹا نہیں کہلاتا۔ اسی طرح فرشتے اللہ کی تخلیق کردہ "روشنی" ہیں، اس لیے وہ اس کی اولاد نہیں ہو سکتے۔

"وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟ اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے، اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔" (سورہ الانعام: 101)

اس آیت میں قرآن نے عقلی دلیل دی ہے کہ بیوی کے بغیر اولاد کا تصور ہی محال ہے۔ جب کوئی شریکِ حیات نہیں، تو اولاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

• پہلا مغالطہ (جنس کا): مشرکین فرشتوں کو مونث (بیٹیاں) کہتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم نے انہیں پیدا ہوتے دیکھا ہے؟ یہ محض تمہارا من گھڑت الزام ہے۔ فرشتے نہ مذکر ہیں نہ مونث، وہ ایک الگ قسم کی مخلوق ہیں۔

• دوسرا مغالطہ (انتخاب کا): مشرکین خود بیٹیوں کو عار سمجھتے تھے، لیکن اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے تھے۔ قرآن اس تضاد کو بے نقاب کرتا ہے۔
"کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور اس کے لیے بیٹیاں ہیں؟ یہ تو بہت بڑی ناانصافی ہے۔" (سورہ النجم: 22-21)

اولاد ہونے کے لیے لازم ہے کہ وہ باپ کی جنس سے ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ باپ اور بیٹے میں کوئی نہ کوئی مماثلت اور اشتراکِ صفات ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس جیسی کوئی چیز نہیں" (سورہ الشوریٰ: 11)

اللہ کی ذات ہر طرح سے یکتا اور بے مثال ہے۔ اگر اس کی اولاد ہوتی تو وہ لازماً اس کی مثل ہوتی، جو کہ ناممکن ہے۔

Godism

انسان نے مورتیاں کیوں بنائی ؟

جدید نفسیات اور علمی سائنس (Cognitive Science) یہ سمجھنے کی کوشش کرتی ہے کہ انسانی ذہن کے کون سے فطری میکازم ہیں جو بت بنانے اور ان کی پرستش کی طرف لے جاتے ہیں۔

1. ایجنسی کا حد سے زیادہ پتہ لگانا

یہ سب سے بنیادی نفسیاتی تصور ہے۔ ہمارا دماغ بقا کے لیے اس طرح تیار ہوا ہے کہ وہ ہر جگہ "ایجنسی" (جاندار کی موجودگی) فرض کر لیتا ہے۔۔

. جنگل میں سرسراہٹ: اگر کوئی آواز سنی، تو فوراً سمجھنا کہ یہ ہوا نہیں، کوئی شیر یا دشمن ہے۔ اس "غلط مثبت" (false positive) سوچ نے ہمیں محفوظ رکھا۔

عامر ثقلین

2. مجسم ہونے کی ضرورت

انسانی ذہن تجریدی (Abstract) چیزوں کو سمجھنے اور ان سے جذباتی تعلق قائم کرنے میں کمزور ہے۔

• توجہ کا مرکز: کسی غیر مرئی طاقت (جیسے بارش کا دیوتا) کے تصور پر گھنٹوں دھیان مرکوز رکھنا بہت مشکل ہے۔ لیکن جب وہ طاقت ایک پتھر، لکڑی یا مورتی میں مجسم ہو جائے تو آنکھوں کو ایک فوکس مل جاتا ہے، اور دماغ کے لیے اس سے "بات چیت" کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

• یادداشت کا سہارا: بت ایک "خارجی میموری ڈیوائس" کی طرح کام کرتا ہے، جو مافوق الفطرت ہستی کے تصور کو ذہن میں تازہ رکھتا ہے۔

3. نظریۂ ذہن (Theory of Mind)

انسان یہ فرض کرتا ہے کہ دوسروں کے بھی اپنے جیسے ذہن، خواہشات اور ارادے ہوتے ہیں۔ ہم نے یہی صلاحیت بے جان چیزوں اور دیوتاؤں پر بھی لگائی (اسے Anthropomorphism کہتے ہیں)۔

سماجی تعلق: بت بنا کر ہم اسے "شخصیت" عطا کرتے ہیں۔ ہم سمجھنے لگتے ہیں کہ اس بت کی بھی اپنی پسند، ناپسند، غصہ اور خوشی ہے۔ یہ ایک مصنوعی مگر اطمینان بخش سماجی رشتہ ہے، خاص طور پر تنہائی یا خوف کے لمحات میں۔

4. کنٹرول کا وہم

بے یقینی اور بے بسی سب سے بڑی نفسیاتی اذیت ہے۔

· بے قابو دنیا میں ایک ٹول: جب انسان فصل کی تباہی، بیماری یا موت جیسی بے قابو قوتوں کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرتا ہے، تو ایک بت اسے یہ "کنٹرول کا وہم" دیتا ہے۔

· کارآمد رسم: اگر میں بت کے سامنے ناریل توڑوں یا اسے کھانا کھلاؤں، تو مجھے لگتا ہے کہ میں نے کچھ عملی کیا ہے۔ اس سے دماغ میں ڈوپامائن خارج ہوتی ہے اور بے چینی کم ہوتی ہے، چاہے عملاً بارش ہو یا نہ ہو۔

5. ٹھوس علامت کی طاقت

• شناخت کا نشان: بت قبیلے یا گروہ کی شناخت بن جاتا ہے۔ اس کے گرد جمع ہونا گروہی تعلق (In-group bonding) کو مضبوط کرتا ہے، جو انسانی بقا کے لیے بنیادی ہے۔

• مقدس اور غیر مقدس کی حد بندی: بت رکھ دینے سے ایک جگہ مقدس بن جاتی ہے، ایک "خصوصی مقام" بن جاتا ہے جہاں دماغ سکون تلاش کر سکتا ہے۔

خلاصہ:

بت سازی کی نفسیات دراصل بے یقینی کے عالم میں یقین کی تلاش، بے رحم فطرت کے سامنے سماجی تعلق کی خواہش، اور تجریدی خوف کو ٹھوس شکل دے کر اس پر قابو پانے کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ یہ انسانی ذہن کا وہ قدیم سافٹ ویئر ہے جو غیر مرئی دنیا کو سمجھنے کے لیے مرئی علامتیں بناتا ہے۔

بت پرستی کا آغاز ایک بتدریج عمل تھا جو مختلف تہذیبوں میں الگ الگ انداز سے ہوا، لیکن قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی ابتدا کا بنیادی خاکہ یہ ہے:

اسلامی تصور کے مطابق: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے آغاز

اسلامی روایات کے مطابق، بت پرستی کا آغاز حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے ہوا۔ قرآن مجید میں جن پانچ بتوں کا ذکر ہے — وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر — یہ دراصل نہایت نیک اور متقی انسان تھے۔

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جن بتوں کا ذکر آیا ہے، ان کے نام سورہ نوح (سورہ نمبر 71) کی آیت 23 میں یوں بیان ہوئے ہیں:

وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسر

آیت کا ترجمہ ہے:

"اور انہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو، اور نہ چھوڑو وُدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو۔" (سورہ نوح: 23)

Godism

جب نیک لوگ فوت ہوئے تو ان کے چاہنے والوں پر شدید غم طاری ہوا۔شیطان نے ان کے غم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تم ان بزرگوں کی یادیں تازہ رکھنے کے لیے ان کے مجسمے بنا لو تاکہ تمہیں انہیں دیکھ کر عبادت کا جذبہ پیدا ہو اور تم نیکی کی ترغیب پاتے رہو

۔۔۔لوگوں نے یہ جائز سمجھتے ہوئے ان کی مورتیاں بنا لیں اور صرف یادگار اور ترغیب کے طور پر انہیں رکھا، اس وقت ان کی پوجا نہیں کی جاتی تھی۔جب وہ نسل گزر گئی جس نے مجسمے بنانے کی اصل وجہ جانتی تھی، تو آنے والی نسل اس حکمت سے ناواقف تھی۔۔۔شیطان نے نئی نسل کو بہکایا اور کہا کہ تمہارے باپ دادا تو ان مورتیوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے ذریعے بارش اور مدد مانگتے تھے۔ یہیں سے ان مجسموں کی پوجا شروع ہو گئی اور شرک کی بنیاد پڑی۔

یہی وہ مقام تھا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلائیں اور شرک سے روکیں۔

عامر ثقلین

Godism

مورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

ہندو مت میں خداؤں کی تعداد کے بارے میں کوئی ایک حتمی عدد نہیں ہے، بلکہ یہ عقیدے اور حوالے کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔

عام طور پر مشہور تصورات یہ ہیں:

1. 33 کروڑ (330 ملین) دیوی دیوتا: یہ تعداد عام بول چال اور روایتی قصوں میں بہت مشہور ہے، لیکن یہ اصل میں سنسکرت کے لفظ "کروڑ" کے ترجمے کی غلط فہمی سے پیدا ہوئی ہے۔ قدیم ویدک متن میں "33 کوٹی" کا ذکر ہے، جس کا مطلب 33 اقسام (categories) ہے، نہ کہ 33 کروڑ (330 ملین)۔

2. 33 دیوتا (تینتیس کروڑ دیوتا): ویدوں میں اصل ذکر 33 دیوتاؤں کا ہے۔

یہ 33 دیوتا مختلف زمروں میں تقسیم ہیں:

- 12 آدتیہ (Adityas)
- 11 رودر (Rudras)
- 8 وسو (Vasus)
- 2 اشونی کمار (Ashvins)

عامر ثقلین

ان کے علاوہ پرجاپتی (Prajapati) اور اندر (Indra) کو ملا کر 33 بنتے ہیں۔

3. ایک خدا (برہمن): فلسفیانہ طور پر، ہندومت کی اکثر شاخیں (خصوصاً ادویت ویدانت) ایک نِرگن (بے شکل) اور ہر جگہ موجود حقیقت کو مانتی ہیں جسے برہمن کہتے ہیں۔ تمام دیوی دیوتا اسی ایک حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں۔

4. تریمورتی (تین اہم خدا): کائناتی افعال کے اعتبار سے تین دیوتاؤں کو سب سے اہم مانا جاتا ہے:

- برہما: خالق
- وشنو: پالنے والا
- شیو: فنا کرنے والا

خلاصہ: یہ عقیدہ "کثرت میں وحدت" کا حامل ہے۔ ایک عام ہندو کے نزدیک یہ تعداد بے شمار ہو سکتی ہے، جبکہ فلسفی اسے ایک ہی حقیقت کے کئی روپ مانتے ہیں۔

کیا ہم پہلے ہی مر چکے ہیں ؟

یہ دراصل ایک سائنسی اور فلسفیانہ سوال ہے جس میں یہ سوال بھی آتا ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ حقیقت ہے یا عکس ۔۔
یہ جدید سائنس اور فلسفے کے سنگم پر کھڑے دو انتہائی دلچسپ، مگر مختلف نظریات ہیں۔ پہلے ہم بنیادی "ایوریٹ کے نظریے" کو سمجھیں گے، پھر اس سے نکلنے والے متنازعہ "کوانٹم لافانیت" کے تصور کو۔

1. ایوریٹ کا کئی جہانوں کا نظریہ (Many-Worlds Interpretation)

یہ کوانٹم میکینکس کی ایک تعبیر (Interpretation) ہے، جسے 1957 میں ہیو ایوریٹ نے پیش کیا۔

مسئلہ کیا تھا؟

کوانٹم دنیا میں ذرہ (مثلاً الیکٹران) ایک ہی وقت میں کئی ممکنہ حالتوں میں موجود رہتا ہے، جسے "سپر پوزیشن" کہتے ہیں۔ لیکن جب ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ صرف ایک حالت میں کیوں دکھتا ہے؟ (جیسے بلی زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں تھی، لیکن ڈبہ کھولنے پر صرف ایک حالت نظر آئی)۔ اسے "ویو فنکشن کا انہدام" کہا جاتا تھا۔

عامر ثقلین

Godism

کیا ہم پہلے ہی مر چکے ہیں ؟

یہ دراصل ایک سائنسی اور فلسفیانہ سوال ہے جس میں یہ سوال بھی آتا ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ حقیقت ہے یا عکس ۔۔

"ایوریٹ کے نظریے" کو سمجھیں گے، پھر اس سے نکلنے والے متنازعہ "کوانٹم لافانیت" کے تصور کو۔

1. ایوریٹ کا کئی جہانوں کا نظریہ (Many-Worlds Interpretation)

یہ کوانٹم میکینکس کی ایک تعبیر (Interpretation) ہے، جسے 1957 میں ہیو ایوریٹ نے پیش کیا۔

مسئلہ کیا تھا؟

کوانٹم دنیا میں ذرہ (مثلاً الیکٹران) ایک ہی وقت میں کئی ممکنہ حالتوں میں موجود رہتا ہے، جسے "سپر پوزیشن" کہتے ہیں۔ لیکن جب ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو وہ صرف ایک حالت میں کیوں دکھتا ہے؟ (جیسے بلی زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں تھی، لیکن ڈبہ کھولنے پر صرف ایک حالت نظر آئی)۔ اسے "ویو فنکشن کا انہدام" کہا جاتا تھا۔

عامر ثقلین

ایوریٹ کا حل:

ایوریٹ نے کہا کہ مشاہدے پر ویو فنکشن منہدم نہیں ہوتا۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے، جب بھی کوئی کوانٹم واقعہ رونما ہوتا ہے جس کے دو یا زیادہ ممکنہ نتائج ہو سکتے ہیں، تو پوری کائنات اسی وقت شاخوں میں بٹ جاتی ہے۔

- ایک شاخ میں: ذرہ حالت "الف" میں ہوتا ہے، اور آپ وہ نتیجہ دیکھتے ہیں۔
- دوسری شاخ میں: ذرہ حالت "ب" میں ہوتا ہے، اور آپ کا ایک ہو بہو ورژن وہ نتیجہ دیکھتا ہے۔

یہ شاخیں ایک دوسرے سے رابطہ نہیں کر سکتیں۔ اس نظریے کے مطابق، لاتعداد متوازی کائناتیں ہر لمحہ وجود میں آ رہی ہیں، جہاں ہر ممکنہ واقعہ حقیقت میں رونما ہوتا ہے۔

2. کوانٹم لافانیت (Quantum Immortality)

یہ ایک انتہائی متنازعہ فکری تجربہ ہے جو ایوریٹ کے نظریے سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ سائنسی حقیقت نہیں، بلکہ ایک فلسفیانہ مفروضہ ہے۔

تصور یہ ہے:

فرض کریں کہ ایوریٹ کا نظریہ سو فیصد درست ہے۔ اب ایک ایسے تجربے کا تصور کریں جہاں آپ کی جان کو خطرہ ہو، جیسے ایک گولی آپ کی کنپٹی پر رکھی جائے اور ٹرگر دبایا جائے۔

• کوانٹم بے یقینی: گولی چلنا یا نہ چلنا، کوانٹم سطح پر، کسی ذرے کی حالت پر منحصر ہو سکتا ہے۔

• کائنات کی شاخ بندی: جب ٹرگر دبے گا تو کائنات دو شاخوں میں بٹ جائے گی:

1. شاخ 1 (موت): گولی چلتی ہے اور آپ دم توڑ دیتے ہیں۔
2. شاخ 2 (زندگی): کسی کوانٹم بے ترتیبی کی وجہ سے گولی نہیں چلتی (مثلاً بارود نم ہو جائے، فائرنگ پن ٹوٹ جائے) اور آپ زندہ بچ جاتے ہیں۔

کوانٹم لافانیت کا مرکزی دعویٰ:

چونکہ آپ کا شعور صرف اس کائنات میں موجود رہ سکتا ہے جہاں آپ زندہ ہیں، اس لیے آپ کے موضوعی (Subjective) تجربے میں، آپ خود کو ہمیشہ شاخ نمبر 2 میں پائیں گے جہاں آپ معجزانہ طور پر بچ گئے۔ آپ کبھی بھی اپنی موت کا تجربہ نہیں کر پائیں گے۔

ایک خوفناک نتیجہ:

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے نقطہ نظر سے، آپ لافانی ہیں۔ چاہے کتنی ہی خطرناک صورتحال کیوں نہ ہو، آپ کا شعور ہمیشہ کسی نہ کسی ایسی شاخ میں "پھسل" جائے گا جہاں آپ بچ نکلیں۔ البتہ، آپ کے ارد گرد موجود لوگ (آپ کے خاندان والے، دوست) آپ کو شاخ نمبر 1 میں مرتے ہوئے دیکھیں گے اور آپ کی موت کا سوگ منائیں گے۔

Godism

"شماریاتی تخروپن کا مفروضہ" دراصل دو بڑے اور گہرے نظریات کے سنگم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پچھلی گفتگو میں ہم نے "کوانٹم لافانیت" کے تناظر میں اس کا ذکر کیا تھا، جہاں اس کا تعلق "بولٹزمین برین" سے تھا۔ لیکن اس کا دوسرا اور زیادہ مشہور پہلو "تخروپن کا نظریہ" (Simulation Theory) ہے۔

آیئے ان دونوں پہلوؤں کو تفصیل سے سمجھتے ہیں

1. شماریاتی تخروپن: بولٹزمین برین

یہ تصور اس سوال سے جڑا ہے کہ "ایک باشعور دماغ کائنات میں کیسے وجود میں آ سکتا ہے؟" اور اس کا تعلق شماریات (Statistics) اور حرحرکیات (Thermodynamics) سے ہے۔

• لڈوِگ بولٹزمین کا مفروضہ: انیسویں صدی کے طبیعیات دان بولٹزمین نے کہا کہ اگر کائنات لامحدود ہے اور اس میں ذرات بے ترتیبی سے حرکت کر رہے ہیں، تو شماریاتی طور پر یہ ممکن ہے کہ یہ ذرات اتفاقیہ طور پر اکٹھے ہو کر کسی بھی چیز کو تشکیل دے دیں۔

عامر ثقلین

Godism

دماغ کا اتفاقیہ وجود: اس اصول کے تحت، خلا میں تیرتے ہوئے ذرات کے اچانک اکٹھے ہو جانے سے ایک مکمل انسانی دماغ (اپنی تمام یادوں، خیالات اور شعور کے ساتھ) کے وجود میں آنے کا امکان، اس سے کہیں زیادہ ہے کہ ارتقاء کے طویل عمل سے ایک دماغ وجود میں آئے۔ اسے "بولٹزمین برین" کہتے ہیں۔

· تخروپن کا پہلو: یہ "شماریاتی تخروپن" ہے کیونکہ یہ کائنات کسی حقیقی تاریخی عمل کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ ایک لمحاتی، بے ترتیب "تخروپن" یا شماریاتی بے قاعدگی ہے۔

· فلسفیانہ نتیجہ: اگر یہ مفروضہ درست ہے، تو شماریاتی طور پہ یہ بہت زیادہ امکان ہے کہ آپ اور آپ کی تمام یادیں (آپ کا بچپن، دوست، دنیا کی تاریخ) سب جھوٹی ہیں۔ آپ دراصل خلا میں تیرتا ہوا ایک ایسا دماغ ہیں جو ابھی ابھی بے ترتیبی سے بنا ہے اور اگلے ہی لمحے غائب ہو جائے گا۔ اس منظر نامے میں، آپ حقیقت کو نہیں جی رہے، بلکہ ایک شماریاتی "جھلک" یا تخروپن کا حصہ ہیں۔

عامر ثقلین

2. کائناتی تخروپن کا مفروضہ

یہ وہ نظریہ ہے جو عموماً "تخروپن کا مفروضہ" کہلاتا ہے اور اسے 2003 میں فلسفی نِک بوسٹروم نے مقبول کیا۔

بنیادی دلیل:

بوسٹروم کا کہنا ہے کہ درج ذیل تین میں سے کم از کم ایک بات یقینی طور پر سچ ہے:

1. نسلِ انسانی اپنی موجودہ سطح پر پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی اور وہ تکنیکی بلوغت تک نہیں پہنچ پائے گی جہاں وہ شعوری تخروپن تخلیق کر سکے۔

2. تکنیکی طور پر ترقی یافتہ کوئی بھی تہذیب، کائناتی تخروپن بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں لے گی (مثلاً اخلاقی وجوہات یا عدمِ دلچسپی کی بنا پر)۔

3. ہم تقریباً یقینی طور پر ایک کمپیوٹر تخروپن میں رہ رہے ہیں۔

تیسری صورت کو سمجھنا:

• کیا ہے؟ یہ تصور کہ ہماری پوری حقیقت، کائنات، زمین، ہم سب، اور ہمارے احساسات، کسی انتہائی ترقی یافتہ تہذیب کے بنائے ہوئے ایک طاقتور کمپیوٹر پروگرام کا حصہ ہیں۔ یہ بالکل ایک ویڈیو گیم کی طرح ہے، لیکن اس قدر ترقی یافتہ کہ اس کے اندر موجود کرداروں (ہم) کے پاس مصنوعی شعور ہے اور وہ تخروپن سے باہر کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔

• "شماریاتی" کیوں؟ بوسٹروم کی دلیل کا مرکز شماریات ہے:

• فرض کریں کہ کوئی تہذیب ایسی مشین بنا لیتی ہے جو شعوری کائناتوں کی نقل (Simulate) کر سکتی ہے۔

• وہ ایک نہیں، اربوں کھربوں ایسی نقلی کائناتیں چلائے گی (جیسے آج ہم سائنسی تجربات کے لیے لاکھوں سیمولیشن چلاتے ہیں)۔

• اس صورت میں، "نقلی شعوروں" (Simulated Consciousnesses) کی تعداد "حقیقی شعوروں" سے اربوں گنا زیادہ ہوگی۔

لہٰذا، اگر آپ ایک باشعور وجود ہیں، تو شماریاتی احتمال بہت زیادہ ہے کہ آپ کا شمار ان اربوں نقلی شعوروں میں ہوتا ہو، نہ کہ اس ایک واحد بنیادی حقیقت میں۔

ایک اہم نفسیاتی نکتہ:
اس پورے تصور کو سمجھنے کے لیے، بوسٹروم اپنی کتاب کے ایک ابتدائی جملے میں دلیل دیتے ہیں کہ آپ کا ذہن اس نتیجے کو رد کرنے کے لیے فطری طور پر متعصب ہوگا، کیونکہ یہ تصور ہماری بنیادی ترین حقیقت کو چیلنج کرتا ہے۔

Godism

ایٹرنلزم (Eternalism) وقت کے فلسفے (Philosophy of Time) کا ایک طاقتور اور جدید طبیعیات سے ہم آہنگ نظریہ ہے۔ یہ وقت کو ایک بہتی ہوئی ندی کے طور پر دیکھنے کے بجائے، ایک مکمل اور جامد بلاک کے طور پر دیکھتا ہے۔

اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے، ہم اس کا موازنہ اس کے حریف نظریہ "موجودیت" (Presentism) سے کریں گے اور پھر اس کی طبیعیاتی بنیاد کو سمجھیں گے۔

1. دو بنیادی نظریات کا تصادم

نظریہ موجودیت (Presentism) ایٹرنلزم (Eternalism)

بنیادی خیال صرف "اب" کا لمحہ حقیقی ہے۔ ماضی ختم ہو چکا اور مستقبل ابھی وجود میں نہیں آیا۔ ماضی، حال اور مستقبل تینوں یکساں طور پر حقیقی ہیں اور ہمیشہ سے موجود ہیں۔

وقت کا بہاؤ وقت ایک ندی کی طرح ہے، "اب" نام کا ایک خاص نقطہ مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ وقت کا بہاؤ ایک وہم (Illusion) ہے۔ ہم "اب" کو خاص اس لیے سمجھتے ہیں کیونکہ ہم اس میں موجود ہیں۔

عامر ثقلین

Godism

استعارہ ایک فلم کا پروجیکٹر، جو ایک وقت میں ایک فریم دکھاتا ہے۔ ایک مکمل فلم کی ریل، جس کے تمام فریم ایک ساتھ موجود ہیں۔

"اب" کا تصور "اب" ایک منفرد، کائناتی حقیقت ہے۔ "اب" بالکل "یہاں" کی طرح ہے۔ جیسے میرا "یہاں" دہلی ہے اور آپ کا "یہاں" لاہور، اسی طرح میرا "اب" 7 بجے کا لمحہ ہے اور کسی دور کی کہکشاں میں موجود کسی ہستی کا "اب" کچھ اور ہے۔

میں موجود کسی ہستی کا "اب" کچھ اور ہے۔

2. طبیعیات سے تعلق (آئن سٹائن کا خصوصی اضافیت کا نظریہ)

ایٹرنلزم کو سب سے بڑی حمایت آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت سے ملتی ہے۔

· بیک وقت ہونے کا مسئلہ: موجودیت کے نظریے کے لیے ضروری ہے کہ ایک عالمگیر "اب" موجود ہو، یعنی پوری کائنات میں ایک ہی وقت میں ایک ہی لمحہ گزر رہا ہو۔ آئن سٹائن نے ثابت کیا کہ ایسا کوئی عالمگیر "اب" موجود نہیں ہے۔

·

عامر ثقلین

Godism

کیسے؟ دو واقعات جو آپ کے لیے بیک وقت (Simultaneously) رونما ہو رہے ہیں، وہ کسی دوسرے شخص کے لیے، جو آپ کی نسبت سے حرکت کر رہا ہے، مختلف اوقات میں رونما ہو سکتے ہیں۔

· نتیجہ: اگر کوئی عالمگیر "حال" ہے ہی نہیں، تو اسے واحد حقیقت ماننے والا "موجودیت" کا نظریہ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

3. "بلاک کائنات" (Block Universe) کا تصور

ایٹرنلزم کو "بلاک کائنات" کا نظریہ بھی کہا جاتا ہے۔

· تصور کریں: ایک بہت بڑا چار جہتی بلاک (تین ابعادِ مکاں + ایک بعدِ زماں)۔ اس بلاک میں، ڈائنوسارز کا دور، آپ کی پیدائش، یہ لمحہ جب آپ یہ جملہ پڑھ رہے ہیں، اور کہکشاؤں کا آخری انجام، سب کچھ یکساں طور پر موجود ہے۔

· وقت کا وہم: وقت کا گزرنا صرف ایک شعوری تجربہ ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اس بلاک کے اندر سے مسلسل ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف سفر کر رہے ہیں، لیکن حقیقت میں پورا بلاک جامد (Static) اور ناقابلِ تغیر ہے۔

عامر ثقلین

4. فلسفیانہ نتائج (قسمت اور موت کا تصور)

یہ نظریہ بہت گہرے اور بعض اوقات پریشان کن سوالات کو جنم دیتا ہے:

· تقدیر (Fate): اگر مستقبل بھی ماضی کی طرح پہلے سے موجود ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری زندگی کے تمام واقعات پہلے سے طے شدہ ہیں۔ آپ کا یہ سوال پوچھنا، اور میں اس کا جواب دینا، ہمیشہ سے اس بلاک میں موجود تھے۔ ہمارے پاس "آزاد مرضی" (Free Will) کا وہم ہے، لیکن ہم محض ایک طے شدہ ڈرامے کے کردار ہیں جو اپنا ڈائیلاگ بول رہے ہیں۔

· موت (Death): اس نظریے میں موت "ختم" ہونے کا نام نہیں ہے۔ یہ صرف بلاکِ کائنات کی ایک حد ہے جس سے آگے آپ کا شعور موجود نہیں ہے۔ لیکن آپ کا وجود ہمیشہ کے لیے وقت کے اس خاص حصے میں محفوظ ہے۔ اس معنی میں، آپ کبھی بھی حقیقی معنوں میں "نیست" نہیں ہوتے، بلکہ آپ "پہلے ہی مر چکے ہیں" اور "اب بھی پیدا ہو رہے ہیں"، یہ سب ایک ساتھ سچ ہیں۔

المختصر

وہ تمام تر سوالات جو کتاب کے شروع میں کیے ان کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ وہ تمام تر مذاہب جو خود ساختہ تھے انھیں سائنس ، فلسفہ اور منطق رد کرچکے ہیں ۔۔

پچھلی الہامی کتب میں جو بھی تحریف شدہ معلومات ہیں ان پر ہی اعتراضات ہوتے ہیں اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ غلط ثابت ہوتی جارہی ہیں (اور اکثر ہوچکی ہیں)

لیکن دین اسلام خود ساختہ دین نہیں ہے اور اس کو ہم فلسفہ، منطق، سائنس کی روشنی میں ثابت کرچکے ہیں ۔۔

قرآن مجید کو ہم اللہ تعالٰی کا کلام ثابت کرچکے ہیں جو کہ ایک خدا ہونے کی دلیل ہے ۔۔

اللہ تعالٰی کے نزدیک مقبول دین ، دین اسلام ہے ۔۔

Godism

حدیث مبارکہ اور قرآن مجید کی آیات پیش خدمت کی جاچکی ہیں جو بیان کرچکی ہیں کہ کوئی بھی پیغمبر کبھی اللہ تعالی کی تصویر کیوں پیش نہیں کرسکا۔۔۔
مورتوں کے بننے کا عمل اور آخری فلسفیانہ نظریہ بھی قارئین کی پیش خدمت کردیا گیا ہے۔۔

عامر ثقلین

حرفِ آخر

آخر پر میں اپنی طرف سے ایک دلچسپ بات بیان کرنا چاہوں گا ۔۔
اللہ تعالیٰ کی ذات پر تحقیق ہمیشہ سے جاری رہی ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی جب تک دنیا قائم ہے ۔۔
اور میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی یہی رضا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مزید سے مزید جاننے کی کوشش کرتے رہیں ۔۔
کیوں کہ جو لوگ تحقیق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں ان کے ایمان دوسروں سے زیادہ پختہ ہوتے ہیں ۔۔

Godism

Dated: July; 2026

عامر ثقلین